DAMAGE BOOK

DAMAGE BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222739
UNIVERSAL LIBRARY

ایشیائی شاعری

عثمانیہ
Checked 1978
4

بہ سلسلۂ شعبۂ علمی

محامڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

تصنیف

مولوی سید امجد علی صاحب اشہری

خواجہ صدیق حسین کے اہتمام سے

مطبع آگرہ اخبار مین چھاپی گئی

دفعہ اول ۵۰۰

قیمت ۵ ؍

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن اک رمز ہی کشفِ اسرارِ معانی کا — ادب اک آئینہ ہی جلوہ گاہ لن ترانی کا
کہان کی پارسی تازی گئے اردو بھی رخصت ہے — زمینِ شعر پر قبضہ ہے دورِ آسمانی کا
گل وبلبل کے افسانے نہین دفتر ہین حکمت کے — چھپا الفاظ کے اندر خزانہ ہی معانی کا
جو ڈھونڈوگے تو پاؤگے جو سمجھوگے تو جانوگے — کہ سکو اک دفینہ مل گیا عہد کیانی کا

گل وبلبل مین یہ جھگڑا کہ چمن کس کا ہی
خود بتادیگی خزان یہ کہ وطن کس کا ہی

ہندوستان کی عام زبان اردو تسلیم کی جاتی ہی - مگر ہندو صاحبون نے ہندی کے رواج دینے مین بہت بڑی کوششون سے کام لیا - حالانکہ خود ہندون کا شایستہ اور مہذب گروہ اردو بولتا اور اردو لکھتا پڑھتا ہے - اور اردو مسلمانون کی مذہبی زبان نہین بلکہ یہ سب قومون کی مشترکہ زبان ہے - نتیجہ یہ ہوا کہ انگلش گورنمنٹ نے بسررشتہ تعلیم اور عدالتون مین اردو اور ہندی دونو کے رواج وتعلیم کو داخل کردیا - جب ایسا ہوا تو ہندؤن کی آنکھین کھلین اور ایک گروہ کو دورسیون مین

بند ہوا پایا - نفاق اور تعصب کے یہی نتائج ہین جو ہندوستان کا ستیاناس کر رہے ہین آخر کار مسلمانون نے جب دیکھا کہ ہندو ہندی کی اشاعت مین سرگرم ہین - اور ہندی اردو کو دبانا اور اس کی فصاحتون کو بگاڑنا چاہتی ہے تو اردو کی حفاظت کا سامان کیا اور مسلمانون کے اجلاس محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس دہلی ۱۹۰۳ء (زمانہ دربار شاہنشاہ اڈورڈ ہفتم خلد اللہ ملکہ) مین ایک خاص کمیٹی اردو کی حفاظتون کو قرار پائی - اور مولانا شبلی صاحب نعمانی سابق پروفیسر عربی مدرستہ العلوم علیگڈہ حال ناظم دینیات حیدرآباد اوس کے سکرٹری قرار پاسے اور ضروری علوم اور فنون کی تدوین پر خیالات رجوع ہوئے ازان جملہ یہ کتاب بھی توسیع ذخیرہ معلومات اردو کی غرض سے پیش کی جاتی ہے اس کے دیکھنے سے بعض پرانے خیالات کی نسبت فلسفیانہ جانچ کا موقع ملے گا اور مغربی علوم کے تعلیم یافتہ ایک حد تک اپنے مشرقی مذاق اور اوس مذاق کے اسباب و علل سے واقف ہوسکین گے ۔

نظم

مشرقی ادب

تباہ حال ہے ہندوستان مین لٹریچر
بہار کا نہین پاتے ہین اس چمن مین گزر

پڑے اجاڑ ہین جو تھے ہرے بھرے گلشن
ہوا نے جڑ سے اکھاڑے جو تھے قدیم شجر

ہین بلبلون کی جگہ چند تلیان اڑتین
نسیم صبح کے گھر مین ہی چل رہی صرصر

ہین نونہال چمن علم سے پہلے پھولے
مگر مٹھاس کا پاتے نہین پھلون مین اثر

ہر ایک باغ مین ہے اک نئی ہوا چلتی
چمن مین پھول ہین لیکن بہار ہے باہر

نہ ہندؤن مین نظر آئے بالمیک کوئی
نہ ہم مین ہین متنبی و فیضی و جعفر

نہین ہے ایک بھی تلسی کا مثل بھاشا مین
نہ پارسی مین ہے خسرو کا دوسرا ہمسر

انیس و غالب مرحوم کی جگہ کوئی
ہوسے نہ ملک مین افسوس دو زبان آور

ہے سنسکرت زمانے مین مان زبانونکی
مگر ہے ابتو وہ بیکنٹھ باش سرتاسر

نہ ہمکو نحو و عروض سخن سے دل چسپی
نہ ہندون کو توجہ نیاے و پنگل پر

نہ بولتے ہین پپیہے صداے دلکش سے
نہ قمریون کے ترانون مین وجد کا ہے اثر

کنول کے پھول کھلے ہین مگر ہین پژمردہ
کھڑا ہے حوض مین لیکن فسردہ نیلوفر

ہزار طرح کے پہل ہین مگر مٹھاس نہین
ہزار رنگ کے گل ہین مگر نہین گل تر

ہے بالمیک کی تصنیف تا لب ہیجان
نہ پہنچے بام پہ اوسکے کمند اہل نظر

مصنفین مین بہاشا کے ہین جو تلسی داس
ورق طلا کے ہین اونکے لکھے ہوئے پتر

مگر بیان ہوئے جو استعارہ ہاے ادب
وہ میل کھائین نہ انگلش مذاق سے یکسر

ادب سے پہلے تہا وابستہ دہرم کرم بیان
نہ پاس آنے دے اوسکو جدید لٹریچر

گریجویٹ جو نکلے ہین نیو فیشن کے
دلون مین اونکے نہین اوس مذاق کا ہے اثر

اسی طرح سے مسلمان بہی ہو گئے بیحس
نہین دماغون مین ان کے قدیم کے جوہر

کہان وہ لوگ جو اعجاز خسروی سمجھین
کہان وہ فیضی و آزاد جیسے جان پرور

جو نغمہ سنج طرب تہین وہ اڑ گئین چڑیان
جو نکتہ دان ادب تہے وہ اڑ گئے طائر

زبان مین حس ہی نہین ہے تو ذائقہ کیسا
نہین مشام تو پہر کیا شمامۂ عنبر

چمن وہی ہے مگر بلبلین نہین ویسی
بچھے پڑے ہین کہین کیاریون مین اونکے پر

اثر نہ پوت مین موتی کا ہو سکے پیدا
نہ پائین لوہے مین فولاد کے کبھی جوہر

ہر ایک چوب نہ تاثیر مین بنے صندل
ہر ایک پھول مین آئے گلاب کا نہ اثر

دل و دماغ نہ باقی رہے ہون جب اگلے
تو اون سے کام بتاؤ وہ ہو سکے کیونکر

جو پہلے فضل و ادب کے تھے مقصد عظمیٰ
وہ اب ہین خانہ بر انداز صاحبان ہنر

نہ سلطنت کو ہمارے ادب کی کچھہ پروا
نہ سلطنت کی صدا اون کے ہم سخن گستر

نہ کچھ خدا سے علاقہ نہ دیوی دیوتا سے — نہ آج کام کے اوتار ہین نہ پیغمبر
نہ راج نیتی مین اپنی زبان کا کچھ حصہ — نہ ہم فرائض اعلیٰ مین صاحب دفتر
نہ شمعِ حسن ازل سے لگی ہماری لو — نہ ہین مناظرِ حسن کمال پیش نظر

اُردو

مین اب دکھاتا ہون اردو کی حالتین تمکو — جو عام طور سے دیکھے ہر ایک اہل نظر
ہے ہندؤن کے لئے کنبیان بیکلیک کی — ہماری قوم کو دوشیزہ حامل محشر
اصولِ اسنہ اسپر ہین حجت ناطق — کہ اس زبان کے نہو دوسری زبان ہمسر
حروف سب سے زیادہ ملے ہین اردو کو — بنین کثیر سے الفاظ نسبتہً اکثر
زیادہ لفظون سے جملے زیادہ ہون پیدا — اوسی قدر ہون تکلم مین وسعتین ظاہر
ہر ایک بیج ہے اس کی زمین مین کپجاتا — ہر ایک تخم ہو نشو و نما سے بار آور
جو دیکھے عربی سنسکرت بہاشا کو — تو اون کو غیر کی صحبت سے ہی گریز و حذر
مگر نہین اسے کچھ دوش اونکے ملنے سے — نہ یہ تعصب مذہب کی عادتاً خوگر
نہ ایک نثر ہی مجموعہ تکلم ہے — ہے جامعِ سخن عام نظم کا دفتر
بڑے بڑے ادبا اس کے ناقل معنی — بڑے بڑے حکما اس کے قابل جوہر
جو کام سہل ہے اسکو وہ غیر کو مشکل — جو کام غیر کو آسان وہ اسکو آسان تر
ذرا بتاؤ تو ہندی مین لکہ کے دیکہین تو — ہون کلیات مین جسکے یہ وسعتین مضمر
نہ ایک جملے سے پیدا ہون اس قدر معنی — نہ یون تلفظ الفاظ ہو سخن گستر
عرب کے لفظ عجم کے زبان کی یہہ حالل — زبان انگلش و بہاشا کی ناقل دفتر
نہ لکھہ سکین اوسے اہل مقدمہ ایسا — نہ پڑہ سکین اوسے اہلِ معاملہ فرفر
یہی زبان ہے زمانے کے ساتہہ چل سکتی — نہین ہے جسمین تعصب کا نام کو عنصر

نہین ہے واسطہ خاص اسکو مذہب سے — نہ ایک مذہب و ملت کی یہ ہوئی خوگر
انہین وجوہ سے اغیار چاہتے ہین یہہ — کہ نوچ ڈالے کلیون کو تا نہ نکلین پر
کوئی زبان نہین اسکے سوا یہان ایسی — جو سب زبانون مین ملجاے جیسے شیر و شکر
یسی زبان ہے انگلش کے ساتھ چل سکتی — اسی زبان مین ہو ہر زبان سخن گستر
سواے اسکے علوم و فنون انگلش کا — کوئی زبان نہ کرے اس سے ترجمہ بہتر
کبھی نہ نفع ہو ہندی کو دور انگلش مین — اگر لڑائی سے اردو کا ہو ضرر ضرر

غضب ہو ملک اگر **اشہری** نہ قدر کرے
کرے گا ظلم جو اسپہ وہ ہے ستم خود پر

ایشیائی شاعری

آج کل ہندوستان کے عام جلسون مین دو متضاد خیال کے طبیعت دار پاے جاتے ہین - ایک اولڈ فیشن کے شیفتہ - دوسرے نیو فیشن کے فریفتہ - اولڈ فیشن والے سنسکرت بہاشا - عربی - فارسی - اردو کی شاعری اور ادب پر لوٹ ہین - اور نیو فیشن والے مغربی مذاق کے سامنے مشرقی خیالات اور مقالات کو ہیچ کہہ رہے ہین - لیکن اولڈ فیشن والے بغیر صورت دکھائے حسن کی داد چاہتے ہین اور نیو فیشن والے بغیر صورت دیکھے بیداد کر رہے ہین - اور دونو کا یہ خیال کہ ہمارے مذاق نے جو فیصلہ کر دیا وہ صحیح ہے غلط ہی ۵

مین نے کہا کہ دعوی الفت مگر غلط — اوس نے کہا کہ ہان غلط اور کس قدر غلط

اور یہ غلطی عام طور سے ایک کو دوسرے کے مذاق کی لاعلمی اور غیر جنس کی صحبت اور ہمجنس کی نا آشنائی سے پیدا ہوئی ہے - اور نہایت افسوس کی بات ہی کہ اس جہل اور لاعلمی سے تمام مشرقی علوم اور فنون جو سینکڑون ہزارون برس سرمایہ فخر و ناز رہے اور اب بہی وہ ایک ضروری استفادہ اور قدر دانی کے لائق ہین روشنی سے

اندھیرے مین چھپتے جاتے ہین -

مین اس وقت سب کو چھوڑ کر **ایشیائی شاعری** کا ذکر کرتا ہون -

ہیئت قدیمہ مین کرۂ ارض کو سات حصون پر تقسیم کیا گیا تھا اور ہر حصہ ایک اقلیم سمجھا جاتا تھا - جیسے اقلیم فارس - اقلیم ہند - اقلیم چین وغیرہ - پھر جب خدا نے یورپ کے عیسائی تاجدارون کو صاحب علم و اقبال کیا تو اونھون نے تثلیث کے خیال سے زمین کو تین حصون پر تقسیم کیا اون کے نام یہ ہین - یورپ - ایشیہ - افریقہ - پھر حکیم قلمبس نے امریکہ دریافت کی - لیکن اسمین ذرا بھی شک نہین کہ جو حصہ ایشیہ کے نام سے موسوم ہے جسمین ایران ہندوستان چین اور انکے ملحقات اور ماتحت دوسری بڑی بڑی قدیمی نامی شہر و بلاد پائے جاتے ہین - یہ ایشیہ دنیا کے جسم مین دل کا مقام سمجھا گیا ہے اور جیسے دل سے تمام جسم کو شرائین اور اوردہ کے ذریعہ سے خون پہونچتا اور وہ جسم و اعضائی پرورش کرتا ہے ویسے ہی اس حصہ زمین سے تمام دنیا فیض یاب رہی ہے -

اب یورپ نے خود کو تمام کرۂ ارض کے جسم پر بطور دماغ کے نمایان کیا ہے اور گو دنیا کا دماغ طرح طرح کے علوم و فنون کی روشنیون سے روشن ہو رہا ہو لیکن دنیا کا دل روز بروز مرتا جاتا ہے - اور یورپ کا دماغ ایشیہ کے خون سے پرورش پا رہا ہے - مگر ایشیہ کو اپنے دل یا تحلل کی فکر نہین -

اور یورپ کی دماغی تعلیم ایشیہ کے دل کو زندہ کرنے والی نہین ہو سکتی جب تک کہ ایشیہ اپنی روحانی تعلیم سے اپنے دل کو زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کی فکر نہ کرے - یہان یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایشیہ نے اپنے زمانۂ ترقی مین دل اور دماغ دونو کی زندگی کے سامان فراہم کئے تے اور یورپ نے ابھی تک صرف دماغ کو روشن کیا ہے - ایشیہ کا ہر مذاق فلاسفی کا ایک دفتر اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے - یہ ہمارے افہام کا قصور ہے جو ہم ہر بات کی تہ کو نہ دریافت کرین - یورپ ہماری بات بات سے

فائدہ اٹھا رہا ہے اور ہمکو اپنی دنیا مین کسی بات سے رہنمائی نہین ہوتی۔ اور ہمارا مذاق دوسرون کے کہنے سے اپنے گھر کی ہر چیز کو بُرا کہنے بُرا جاننے اور دوسرون کی ہر بات کو اچھا کہنے اور اچھا جاننے کا خوگر بن رہا ہے۔ جب ہمکو یہ خیال پیدا ہوگا کہ ہماری کوئی چیز کیون بُری ہے اور دوسرون کی کوئی چیز کیون اچھی ہے اور دوسرے ہماری ہر چیز کو کیون بُرا کہتے اور اپنی ہر چیز کو کیون اچھا بتاتے ہین تو ہم اپنے آپ کو اس تاریکی سے ایک نئی اور قابل قدر روشنی مین پائین گے۔ اے خدا تو ہمکو اس تاریکی سے نکال اور زندہ دلی اور روشن دماغی کے سامان مہیا کر۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

ابھی تو ہم ایک ایسے شیش محل مین بیٹھے ہین جسکی زمین تھوکی اور جسکی چھت محو کی اور جسکے در و دیوار لہو کے ہین۔ اور مغربی آفتاب کی جلوہ گری نے ہمارے مکان کو چارون طرف سے شش رنگا بنا دیا ہے جو ہمکو محو حیرت بنائے ہوئے ہے۔ یہ حالت دیکھکر مغربی علوم ہم پر ہنس رہے ہین کہ ہم کیسے عجائب المخلوقات ہین۔ جو اس نادیدہ طور سے اوس شیش محل کو دیکھ رہے ہین۔ اور مشرقی علوم ہم پر رو رہے ہین کہ ہم سینکڑون برس تمہاری ترقیون کا ذریعہ ثابت ہوئے مگر تم نے ہمکو ایسا پست کیا کہ اب ہم کو قد آدم بلند ہونا مشکل ہو رہا ہے۔

نیو فیشن کی تمام سوسائٹی مین ایشیائی شاعری کو قابل قدر سمجھنے والا شاید کوئی ہو لیکن بے دیکھے اوسکو بُرا کہنے والے اور بے سمجھے اوس کو ناپسند کرنے والے بہت ہین۔ اور وہ یہ بھی نہین جانتے کہ کس زبان مین شاعری کی ایجاد کب ہوئی اور کیون ہوئی اور ایشیائی شاعری کا موضوع کیا ہے اور کس زبان کی شاعری نے کہانتک اپنے ملکی یا قومی مذاق کی عام دلچسپیون کا نمونہ پیش کیا ہے۔

ایشیائی شاعری کے سبجکٹ پر مکمل بحث کرنا برسون کی دیدہ ریزی کا کام ہے

اور اس فن کے متعلق ایک کتب خانہ سامنے ہونا چاہیئے - مجکو دوسرے افکار و مشاغل سے اس کام کی بہت تہوڑی فرصت ہے اور کتب خانہ کیسا معمولی کتابین بہی میرے سامنے نہین - تاہم جو لکہا گیا ہے وہ عام خیال کو اکثر مقاصد سے مطلع ہونے کا ذریعہ ثابت ہوگا -

شعر کیا ہی

من کیستم آن سالک کونین مسیرم | کز بیخۂ جوہر قدس است خمیرم
آنجا کہ ادب نغمہ طراز است سمیعم | و آنجا کہ ہنر جلوہ فروش است بصیرم
در خانۂ مجنون کہ خراب است غبارم | در حجلۂ لیلے کہ بہشت است عبیرم
آن چشمہ قرم کہ ز لب تشنگی دمی | جبریل در آید بحرم گاہ ضمیرم

عربی مین شعر بال کو کہتے ہین - اور بالون سے شکل انسانی کی بہت بڑی زینت ہے - اگر عورت مرد بال منڈوا ڈالین تو اوس سے کوئی نقصان نہین لیکن نیچرل خوبصورتی کی بالون سے وہ زینت ہے جو اون کا حصہ سمجہی جاتی ہے - روئے زیبا کے لیئے زلف وگیسو کا ہونا ضرور ہی - جناب شیخ کا حسن محاسن سے ہے اور بال خود ہی سرتاپا زینت نہین بلکہ حسن صورت کے لیئے بہی ذریعۂ ناز ہین اسی طرح شاعری کے نہونے سے لٹریچر کا نقصان نہین لیکن جو ذاتی خوبصورتی اوس کو حاصل ہے اور اوس کے سبب سے دوسرے اعضاء واجزا کو رعنائی کا حصہ پہونچتا اور ان کو حسین بناتا ہے وہ حاصل نہین ہو سکتا یہ مثال اچھی شاعری کے لئے ہے اور گندہ شاعری کی مثال اون بالون سے دیجا سکتی ہے جو مکروہ طور سے دیکہے جاتے ہین اور وہ رکہنے کے قابل نہین - اب غالباً آپ سمجہ گئے ہون گے کہ زلف جانان کے بغیر چہرہ کی زینت نہین اور آپ کسی سر منڈے معشوق کا دیکہنا پسند نہ کرین گے اگرچہ وہ کیسا ہی حسین ہو - وہی

مفہوم شعر کا ہے - ادب بجاے خود ایک حسن کا پتلا ہے اور شاعری اُس کے روے زیبا کے لئے زلفِ جانان کی طرح بجاے خود حسن اور اُس حسن کو زینت دینے والی ہے - اور مفہوم کلام مین شعر ایک سانچہ ہے جس مین خیال کی مختلف چیزین مناسب وزن و مقدار سے ڈھلتی ہین - اور شاعری وہ صنعت خاص ہے جو اُن چیزون کے ڈھالنے کو ایجاد کی گئی اور شاعر اُن چیزون کا ڈھالنے والا ہے - شاعری انشا اور ادب کے دیوانخانۂ عام کو بطور فرنیچر کے ہے - اور جیسا کہ ہر مکان کے لئے فرنیچر کا ہونا خوش آیند اور اُس مکان کی زینت کا سبب ہے ویسے ہی دیوانخانۂ ادب کے لئے شاعری کا فرنیچر خوش آیند اور اُس مکان کو زینت دینے والا ہے - اور اصطلاح سخن مین دو مصراع موزون کو شعر کہتے ہین - اور اُس کی مثال ابرو سے اس لئے دیجاتی ہے کہ معشوق کے چہرہ پر بھوین بطور دو مصرع یا ایک شعر کے ہین -

شاعری کی ابتدا

ڈھونڈنے والے وہان پائین گے صورت میری	عالم قدس کے اُس پار ہے خلوت میری
دم لے طاقتِ گفتار کہ کچھ کہنا ہے	پوچھتے ہین دمِ آخر وہ حقیقت میری

اس بات کا ایک ٹھیک اور واقعی فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ سب سے پہلے کس زبان کو نظم کلام کی عزت حاصل ہوئی - کیونکہ ایشیہ اور ایشیہ کے ساتھ جن ممالک کو دلچسپی اور وابستگی رہی اُن مین ہر زبان کے ترقی افزا سامانون مین ادب کے ساتھ نظم کا پتہ ملتا ہے -

سنسکرت جو ہزارون برس پہلے سرتاج عالم تھی اور اب بھی اُس کو اُمّ الالسنہ ہونے کا فخر حاصل ہے اُس مین نہایت اعلیٰ درجہ کی شاعری کے دفتر مرتب اور مدوّن ہو چکے ہین - عرفان حقیقی کا نہایت عالیشان کام اور فلسفہ اور حکمت کا اشراقی

اور الہامی چارج شاعری کو سپرد تھا - اور مذہبی خدمتین اور بادشاہی دربار کے بہتیرے
کام شاعری سے متعلق تھے چنانچہ اب بھی پُرانے اشلوکون سے اُن کا پتا ملتا ہے -
مجھ سے آخر اٹھارھوین صدی کے مشہور دیانند سرستی نے بیان کیا کہ سنسکرت بجاے
خود ایسی زبان ہے جو دیوتاؤن کی زبان کہے جانے کے سزاوار خیال کی جاسکتی ہے
اور اُس کے اصول نے اُس کو ہمیشہ اختلاط عام سے بچائے رکھا اُس پر سنسکرت کی
شاعری نے وہ مرتبہ حاصل کیا کہ وہ آپ ہی اپنا نظیر کہا جاسکتا ہے جیسے آفتاب اور
آفتاب کی روشنی پھول اور پھول کی خوشبو سنسکرت کی شاعری کا حسن اور اُسکی
بہتایت کسی زبان کو نصیب نہین - یہ کہکر اُنھون نے کہا کہ اب کوئی سنسکرت کا
ہمہ دان نہین ہے باین ہمہ اُس کے اشعار کی خوبیان جس قدر سمجھی جاسکتی ہین
اُن کی کیفیت کو وہی شخص جان سکتا ہے جو اُس کا ماہر ہو - اور اُس کے بہت سے
لطائف دوسری زبان مین ترجمہ کرنے سے ادا نہین ہوسکتے اور نہ وہ لفظی ترجمہ مین
سما سکتے ہین - پھر اُنھون نے ایک نقشہ دکھایا جس کے خانون مین کہین ایک ایک
حرف کہین ایک ایک لفظ کہین اُس کے زیر زبر پھیلے ہوے تھے اور مجھ سے کہا کہ
سنسکرت کی شاعری مین ایک صنعت تھی جس کا ترجمہ گورکھ دھندا کیا جاسکتا ہے
اور جیسے کسی گھڑی یا باجہ کے کیل پُرزے علحدہ کردین اور اُن کا جاننے والا اُن کو
ملا دے ویسے ہی اِس صنعت کے الفاظ و معانی کا جمع کرنا ہر پنڈت کا کام نہ ہوسکتا تھا
اِس صنعت مین ایک مطلب تو وہ ہوتا تھا جو لکھنے والے کا حقیقی مقصد ہے دوسرے
سیکڑون معنی ایسے پیدا ہوتے تھے جو دوسرے مطالب سے واسطہ رکھتے ہین یہ ایک
ایسی چھپی ہوئی صنعت تھی جس کے تہ در تہ پردون مین اصل مطلب کا کھُلنا اگر محال
نہین تو بہت مشکل ہوتا تھا - چنانچہ اِس نقشہ مین کامرو دیس کے راجہ نے راجہ دکن کی
لڑکی کا سوال کیا ہے اور در پردہ اپنے کمال علمی کو دکھایا ہے اور اصل مطلب کی بات کو

دوسرون کی آگاہی سے بچایا ہے - راجہ کا نام سورج سین اور لڑکی کا نام گنگا پتی تھا
اِس لئے اُس کے ایک شعر کا مطلب یہ تھا کہ سورج کو گنگا مین نہانے کی اجازت ہوے
سرستی جی کہتے تھے کہ اِس نقشہ کو مختلف طور سے پڑھتے اور مختلف معنی کہنے سے ان
چودہ شعرون مین چودہ سو لطائف اور رموز لفظی و معنوی کا انحصار کیا گیا ہے - ہرچند
اِس زمانہ کے مذاق مین ہم کو یہ صنعت ایک طرح کا آفت جان معلوم ہوتی ہو بلکہ اُس کے
ذکر سے ہمارے دل مین ایک خاص الجھن کا احساس معلوم ہوتا ہوا پایا جائے لیکن
اُس سے زبان سنسکرت کی بہتایت اور پچھلے مذاق کے دقیق ادب کا پتا ملتا ہے
مسلمانون مین شاہنشاہ جلال الدین اکبر کے وزیر و ندیم علاّمہٗ ابوالفیض فیضی کو سنسکرت
مین خاص قابلیت حاصل تھی -

بھاشا

سنسکرت کے بعد بھاشا نے ہندوستان مین دخل کیا - بعض لوگ بھاشا کو سنسکرت
کی لڑکی خیال کرینگے لیکن اِس لڑکی مین ماں کے اوصاف نہین وہ درباری تھی تو یہ
بازاری ہے - بھاشا مین نظم اور شاعری کا ایسا چرچا ہوا کہ کوئی علم اور کوئی فن ایسا باقی
نہ رہا ہوگا جس کو نظم مین نہ لایا گیا ہو - بھاشا کا چورن بیچنے والا ہے وہ بھی بھاشا کی نظم
مین چورن بیچنے کی آوازین لگا رہا ہے - بھاشا نے نظم کو ہر بات کی دلنشینی کا ذریعہ سمجھا
الٰہیات ریاضیات بیدک کیمسٹری تاریخ عشق و حُسن وغیرہ وغیرہ سب کو نظم کا
لباس پنھایا اور اُن کو آسانی سے جلد یاد ہونے کے لئے مختصر اور دلچسپ بنایا گیا
بچے سے لیکر جوان اور جوان سے لیکر بوڑھے تک ہر طبیعت اور ہر درجہ کے حسب حال
اُس کو وسعت دی گئی اور ہر ایک کے مذاق کا لحاظ رکھا گیا - اور نظم کو ہر درجہ اور
مذاق کے مصرف مین خرچ کیا گیا چنانچہ اب بھی اُس کا پتا سیکڑون کتابون سے

مل سکتا ہے - نظم مین ایسے ایسے کھیل داخل کئے گئے جن سے اذہان مین تیزی اور بلند پروازی کی طاقت کو ترقی ہو اور باتون باتون مین بڑے بڑے استعارات معنوی کے سمجھنے کی عادت پڑے جس کا پتا اب بھی بھاشا کے اکثر دوہرون پہیلیون انمل کہہ مکرنیون سے ملتا ہے بھاشا مین یہ علمی کھیل بڑی دلچسپی رکھتے تھے - مسلمانون نے بھی بھاشا کی تصنیف اور ترجمہ اور شاعری سے دلچسپی حاصل کی اور قابل قدر حصہ پایا ہے - ملک محمد جائسی کا نام پدماوت کی تصنیف سے خاص و عام کی زبان پر ہے - بلگرام مین اکثر بزرگ ایسے گزرے جو بھاشا کو اچھی طرح جانتے تھے - اور اب بھی بہتیرے مسلمانون کو بھاشا کے ساتھ خاص دلچسپی ہے - پہلے زمانہ مین برج کی بھاشا کو خاص قسم کی عزت کا فخر حاصل تھا جیسے شیراز و اصفہان کی فارسی اور دلی اور لکھنؤ کی اُردو لیکن اس زمانہ مین بھاشا اُس باریک بینی سے آزاد ہو گئی ہے - تاہم جن مقامات مین بھاشا کا چرچا زیادہ ہے یا جس سوسائٹی مین اُس پر خاص توجہ کی جاتی ہے اُس کو عام مذاق مین زیادہ پسندیدگی سے دیکھا جاتا ہے مگر اب بھاشا مین بھی ایک نیا تغیر ہوا ہے - اور عربی فارسی اُردو انگریزی اور ہندوستان کے دوسرے حصص کی زبانون نے اُس مین داخل ہو کر اُس کو ایک نئی بھاشا بنا لیا ہے جو سو دو سو برس پہلے کی بھاشا سے دوسری قسم کا ہے اور ہندو طبائع کو جو مذہبی مقامات کے رہنے والے یا اپنی پرانی زبان سے لگاؤ رکھنے والے ہین بھاشا کی اصلاح و ترقی کے متعلق ایک جدید خیال پیدا ہوا ہے جس سے ہندو طبائع کو لگاؤ ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہین مگر وہ اس سبق کو بہت دور چھوڑ آئے ہین اور اب وہان تک پہنچنا آسان بات نہین -

عربی

عربی عرب کی زبان ہے، جس کو افریقہ کے ساتھ خاص تعلق ہے لیکن اس مین کچھ شک نہین

کہ عرب سے زیادہ عجم نے عربی کو ترقی دینے اور مختلف زبانون کے علوم کو عربی مین
داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ عربی پر ایشیہ کا خاص حق ہے جس کا پتا مختلف
تصنیفات سے ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے ایام جاہلیت عرب مین کتابت کا
دستور نہ تھا جو کچھ پڑھتے تھے وہ زبانی پڑھتے تھے اسی طرح سیکڑون ہزارون اشعار
زبانی یاد رکھتے تھے اور قبائل عرب کی خلقی فصاحت و بلاغت اپنی رہائش اور جائے
پیدائش کے حسب حال شاعر بنالیا کرتی تھی۔ دنیا مین عرب کے سامنے کوئی قوم خلقی
شاعر ہونے کا دعوی نہین کرسکتی اب بھی جو خالص عرب ہین اُن کا بچّہ بچّہ مذاق شاعری
کو فطرۃً اپنے ساتھ لایاہوا پایا جاتا ہے اور یہ بات ایسی واضح ہوچکی ہے کہ اس پر بعض
بڑے بڑے نامی پروفیسرون اور یورپ کے نامور محققون نے شاعری کے مذاق کو
حسب استعداد و قابلیت داخل فطرت تسلیم کرنے کے لئے قبائل عرب کو دلیل مین
پیش کیا ہے اور عربی مین شاعری کا جو رتبہ ہے وہ ظاہر ہے عربی زبان مین کوئی ادیب
ہی نہین کہا جاسکتا جب تک اقسام شاعری کا ماہر کامل نہ ہو۔ ہر قسم بلاغت کے لئے
شاعری کا جاننا لازمات ادب مین سے ہے کما شمس العلمار مولانا شبلی صاحب نعمانی
سابق پروفیسر مدرستہ العلوم علیگڈھ اسلامی کتب خانون کی تحقیق کے ذیل مین لکھتے ہین
کہ عرب مین شعر و شاعری اور انساب کا چرچا اگرچہ نہایت قدیم زمانہ سے تھا لیکن تحریر کا
مطلق رواج نہ تھا سب سے پہلے جس نے اس فن کی بنیاد ڈالی وہ قبیلہ طے کے تین شخص
تھے مرامر اسلم عامر ان لوگون نے ایک جا جمع ہوکر حرفون کی شکل اور وضع قرار دی
اور حروف ہجا اس ترتیب سے مقرر کئے جیسے سریانی زبان مین تھے ان لوگون سے
حیرۃ والون نے سیکھا حیرۃ والون کا ایک شاگرد جس کا نام بشیر بن ولید تھا اور
دومۃ الجندل کا رئیس تھا کسی کام سے مکّہ گیا وہان ابوسفیان امیر معاویہ کے باپ سے
ملاقات ہوئی ابوسفیان نے اُس سے اِس فن کے سیکھنے کی درخواست کی چنانچہ

ابوسفیان اور ابوقیس بن عبدمناف دو شخص اُس کے شاگرد ہوے اور چونکہ یہ دونو تجارت کے ذریعہ سے طائف آیا جایا کرتے تھے اِس لئے طائف مین بھی تحریر کا رواج ہو گیا۔ بشیر نے مصر اور شام مین بھی بہت لوگون کو شاگرد کیا اور رفتہ رفتہ اکثر قبائل مین تحریر کا رواج ہو گیا یہان تک کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو صرف ایک قبیلۂ قریش مین سترہ شخص صاحب قلم موجود تھے جن مین یہ حضرات بھی تھے عمر بن خطابؓ۔ عثمان بن عفانؓ ابوعبیدہ بن الجراحؓ پھر عورتون مین بھی اس فن کا رواج ہو چلا چنانچہ حضرت عمرؓ کے گھرانے مین شفا بنت عبداللہ اور حضرت حفصہؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھین۔ مدینۂ منورہ مین بھی اسلام سے پہلے تحریر کا رواج تھا جس کے موجد یہود تھے یہ تمام تفصیل فتوح البلدان بلاذری کے خاتمہ مین مذکور ہے۔ مولانا شبلی کی اس تحقیقات پر رسالۂ اصلاح عظیم آباد مین ایک عالمانہ اور محققانہ ریویو کیا گیا ہے جسمین اُس سے پہلے فن کتابت کے موجود ہونے کو ثابت کیا گیا ہے لیکن ہمکو یہان اس بحث مین پڑنے سے کوئی سروکار نہین

ہندوستان مین بھی عربی کے بڑے بڑے ادیب پیدا ہو چکے ہین جو تمام دنیا مین لاثانی تسلیم کئے گئے ہین۔ یا اُن کی شاعری اور ادب مین کوئی ایسی نرالی بات پیدا ہوئی ہے جو دوسری جگہ نظر نہین آتی جیسے ابوالفیض فیضی جس نے قرآن کی تفسیر سواطع الالہام بے نقط لکھکر دنیا کو دنگ کر دیا۔ یا میر غلام علی آزاد بلگرامی جن کا دیوان سبحۃ المرجان عربی کی زمین پر فارسی اور بھاشا کی گلکاریون سے ایک نرالی چیز بن گیا ہے جس کو تمام عرب بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہین اور وہ حلاوت کسی عرب کے دیوان مین نہین پائی جاتی یا سید محمدؐ مرتضےٰ زبیدی جو قصبۂ مردم خیز بلگرام کا فخر۔ جو تاج العروس شرح قاموس کے مصنف ہین۔ ان کی نسبت اخبار ہلال مصری لکھتا ہے کہ یہ ہندی فاضل جس کی تصنیف کا چرچا تمام عرب روم شام بلکہ تمام جہان مین ہو رہا ہے اُس کا ہم پلہ کوئی فاضل آج روے زمین پر نہین ملتا۔ سید مرتضےٰ ۱۱۶۴ھ مین

ہندوستان سے بعزم حج روانہ ہوے پھر موضع زبید علاقہ یمن مین سکونت اختیار کی اور وہین شادی ہوئی۔ علاقہ موصوف کے سیکڑون شاگرد مصر و اسکندریہ و استنبول اور نواح یمن مین پائے جاتے ہین اور خود سلطان عبدالحمید خان اوّل نے ۱۱۹۴ھ مین حدیث کی سند آپ سے حاصل کی اور ڈیڑھ سو قرش یومیہ آپ کو خزانۂ سلطانی سے مقرر ہو گئے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے ۴۸ کتابین تاج العروس کے علاوہ مین ان کتابون مین سے حضرت امام غزالی کی احیار العلوم کی شرح نہایت عجیب اور لاثانی ہے جو شہر فاس علاقۂ مغرب اقصےٰ مین ۱۳ جلدون کے اندر چھپی ہے۔ ۱۲۰۵ھ مین آپ نے بمقام مصر مرض طاعون مین انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

عربی ہندوستان مین بجھتا ہوا چراغ ہے اور ہمارا میلان روز بروز کم ہوتا جاتا ہے لیکن لوگون کو خدا نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے وہ اس امر کا اندازہ کرلین کہ ہمارے تعلقات ممالک عرب اور عربی زبان سے کیسے قریب ہوتے جاتے ہین اس لئے ہم کو اس چراغ مین تیل ڈالکر چراغ افروزی کا خیال رکھنا ضرور ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے گھر کا چراغ بجھا کر روشنی سے اندھیرے مین پڑ جائین۔

یورپ پر عربی کا حق

محققین یورپ نے خود اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ ابتدا ر مین یورپ نے تمام علوم عرب سے حاصل کئے پھر اُن کو جلار اور ترقی دی۔ اُن مین فرنچ نے کسب علوم مین دوسرون پر سبقت کی۔ چنانچہ صلیبی جنگون کے زمانہ مین جب امرار و شاہانِ یورپ مسلمان بادشاہون اور امیرون سے ملاقی ہوئے تو اُس وقت یوروپین امرار کو اہل عرب کے ادبار، شعرار، مورخین، اطبا، حکمار کے دیکھنے کا موقع ملا اور اُن کی ترقیات اور اُن کے اخلاق و ادب کو دیکھکر کسب علوم کا شوق ہوا چنانچہ اہلِ فرانس کی پہلی

تاریخ لوئیس نہم کے عہد مین جو ۱۲۷۰ء مین فوت ہوا فرنچ مذاق اور عربی ترتیب پر لکھی گئی - پھر بادشاہ لوئیس یازدہم کے عہد مین جو ۱۴۸۳ء مین فوت ہوا شہر مان پیلی مین ایک طبی مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی اور اندلس سے عربی تعلیم یافتہ اُستاد بلائے گئے ۱۳۲۳ء مین شہر طلونور کی سرگرم انجمن کے ممبرون نے ایک علمی کالج کی بنیاد ڈالی - اور اس کالج کے طالب علمون کے لئے وظیفے مقرر کئے اور امتحان مین عمدہ لیاقت ظاہر کرنے والے طلبہ کو انعامات تقسیم کرنے کا ایک عجیب اُصول اختیار کیا گیا وہ یہ تھا کہ سونے چاندی کے پھول بنائے جاتے تھے اعلیٰ درجہ کا طلائی پھول فی البدیہہ عربی شعر کہنے والے طالب علمون کو دیا جاتا تھا یا اُن ہونہار طالب علمون کو جو عربی کی طرز پر فرنچ زبان مین اشعار تصنیف کرسکین - اور قوم کے حوصلہ بڑھانے والے لوگ کالج کے دروازہ پر سونے چاندی کے پھول پتیون کے گلدستے لٹکاتے تھے تاکہ امتحان مین جو طالب علم جس درجہ مین پاس ہو اُس کو اُسی درجہ کا گلدستہ دیا جائے نکتہ رس طالب علم جن کی طبیعتون مین شعر کا مادّہ ہوتا تھا امتحان کے کمرہ مین بیٹھکر عجیب عجیب طویل قصائد بنا لیتے تھے اور انجمن مین منظور ہونے کے بعد وہ گلدستے حسب لیاقت اُن کو دئے جاتے تھے دو صدیون تک یہ کالج اسی طرز پر چلتا رہا اور اندلس کے مسلمانون کے فیوض و برکات نے ان مین شاعری اور ادب کی ایسی روح پھونکی کہ فرنچ عورتین بھی اس علمی مشغلہ مین حصہ لینے لگین چنانچہ پندرھوین صدی کے آخر مین طلونور کی ایک دولتمند عورت نے کئی لاکھ پونڈ اس کالج کو یونی ورسٹی بنانے اور انعامات کے دائرہ کو وسیع کرنے کے لئے عنایت کئے اُسی روز سے اس علمی یونیورسٹی کی ثروت و فراخدستی بڑھ گئی اور دور دور کے شعرا کی رغبت ان گرانبہا انعامات کے حاصل کرنے کی جانب زیادہ ہوئی - اہل فرانس نے خالص فرنچ زبان کو عربی طرز پر لاکر قصائد تیار کرانے کے لئے اعلان دئے اسوقت کے

شعرا نے فرنچ زبان مین عربی مضامین کو ڈہالنا شروع کیا اور فرنچ زبان جو پہلے چندان دلچسپ نہ تہی عربی مضامین کے جواہر زرنگار سے مزین ہوکر ایسی دلکش اور دلچسپ ہوگئی کہ ابتک یورپ کی دوسری زبانون سے باعتبار ادب کے معتبر اور باعزت مانی جاتی ہے - اور یہ انجمن اوس وقت سے اب تک چلی آتی ہو اس وقت اوس کا نام پہولون کی ایکادمی کرکے مشہور ہے اس انجمن مین چالیس ممبر ہوتے ہین - اور یہ ایکادمی اپنے فرائض مقررہ کی رو سے قواعد زبان فرنچ اور فنون ادب کی محافظ سمجہی جاتی ہے - ہر ایک سال کے اختتام پر اس انجمن کا جلسۂ تقسیم انعامات ہوا کرتا ہو جسمین مستحقین کو انعامات تقسیم ہوتے ہین اس انجمن نے نو قسم کے پہول انعامات کے لئے مقرر کئے ہین جو سونے چاندی کے بنائے جاتے ہین اور بعض کو مرصع کیا جاتا ہے شعر و قصاید کے انعامات کا انتظام علاحدہ طرز پر ہے اور نثر و خطب کے انعامات کا اہتمام علاحدہ ڈہنگ پر -

اخبار الہلال مصری نے ایک آرٹکل مین بیان کیا ہے کہ فرنچ لوگون نے عرب سے علم قوافی - عروض - غزل - آداب النظم والنثر و قصاید کو حاصل کیا - قصص و حکایات ضرب الامثال اور نوادر علم اخلاق اور علمی کورسون کی تدوین کے طریقے سب عرب سے سیکہے یہ سب کچہ کتاب تواریخ الادب الفرنساوی مین مفصل مذکور ہے ✤

پارسی

سرزمین ایران جو ہزارون برس کیانی - ساسانی - پیشدادی شاہنشاہون کی تخت گاہ رہی وہان دور اول کی زبان مطلق فارسی تہی - جس مین دوسری زبان کی شرکت نہ تہی - پارسیون کے صحف قدیم اوستا و ژند - پازند - دساتیر اوس زبان کا یادگار ہین - اب اوس زبان کی کتابین بہت نایاب ہین - ڈہونڈہے سے بہی نہین

ملتین - اکسفورڈ لندن کے عالیشان کتب خانہ مین بعض پارینہ نسخون کا پتا ملتا ہے -
پھر دوسرے دور کی زبان پہلوی کہی گئی - اور اس نے بھی اپنے آپ کو دوسری زبان
کے میل سے ایک اعلیٰ حد تک پاک و صاف رکھا - لیکن دور اول کی زبان کے مقابلہ مین
یہ دوسری چیز بن گئی اور ایک دوسرا مذاق اس مین شریک ہوگیا - اور طرز ادا کا بھی
رنگ بدلا - اس دور کی زبان کا بہتر سے بہتر نمونہ شاہنامہ ہے - فارسی مین شاہنامہ
ایسی کتاب ہے جسکو ادباے عرب نے قرآن العجم کے نام سے یاد کیا ہے اور اوسکو
شاعری کا بیمثل نمونہ ہونے کی عزت حاصل ہے - اوس کے بعد زبان کا تیسرا دور شروع
ہوا - جو سعدی اور حافظ سے شروع ہوتا ہے جو پانسو برس تک ادب آموز دنیا رہا -
پھر فتح علی شاہ بادشاہ اور فتح علی خان صبا ملک الشعراء ایران کے زمانہ سے ایران
کی پارسی ہندوستان کی اردو بننے لگی - اور انگریزی روسی جرمنی فرنچ وغیرہ زبانون
کے الفاظ اور مصطلحات کی شرکت اور آمیزش سے موجودہ فارسی ایک طرفہ معجون نظر آئیگی
جو پچھلی نوشدارو کے خلاف ہوگی - اور اس دور آخر کا بہترین نمونہ حکیم قاآنی کے کلیات
اور ناصر الدین شاہ کجکلاہ ایران کے دو مجلد سفر نامون سے دریافت کیا جا سکتا ہے -
اور فارسی مین جو نمایان کام شاعری نے کیا وہ اوس کا حصہ سمجھا جاتا ہے -

آور ہمارے علم عروض کی بعض کتابون مین بتایا گیا ہے کہ فارسی مین بہرام نے پہلا شعر
کہا اور وہ یہ ہے ؎

منم آن شیر دمان و منم آن شیر یلہ   نام بہرام مرا و پدرت بو جبلہ

بعض کہتے ہین کہ رودگی سمرقندی پہلا شاعر ہوا - اور یہ دونو روایتین قریب قریب
سب کتابون مین نظر پڑتی ہین اور ایک دوسرے سے نقل کرتا چلا جا رہا ہے - لیکن
دری اور پہلوی کا محقق کبھی اس قول کو باور نہ کرے گا کہ بہرام سے پہلے فارسی
مین شاعری نہ تھی - بہرام تیسری صدی عیسوی کے اخیر مین تھا اور رودگی عروج

اسلام کے زمانہ کا شاعر ہو - شاید یہ ہو کہ بہرام فارس نہاد اور عرب نژاد ہو - اور اسی لئے اوس کے اس شعر سے بھی عربی کنیت کا پتا ملتا ہے اوس نے پہلی پہل یہ شعر کہا ہو - اور اوس کو پہلا شعر سمجھا گیا ہو - اور اسی طرح مسلمانون مین سب سے پہلے رودگی کو شاعری کا تمغہ حاصل ہوا ہو - نہ یہ کہ بہرام اور رودگی سے پہلے شاعری کا وجود ہی نہ تھا - دران حالیکہ لغت قدیم مین غزل اور قصیدہ کی جگہ چامہ اور چگامہ کے الفاظ موجود ہین - فارسی زبان مین شاعری سے بڑے بڑے کام لئے گئے - اور شاعری کو بادشا کی خلوت اور جلوت اور رزم و بزم سے خاص تعلق رہا - اور شاعرون کی اعلیٰ سے اعلےٰ عزت کی گئی جسپر وزراء کو رشک آتا رہا ہو - شاعر کو ملک الشعراء کا خطاب نہ صرف دربار مین بار پانے بلکہ بادشاہ کے قریب بیٹھنے کا مستحق بنا دیتا تہا - اور سمجھا جاتا تھا کہ جیسے بادشاہ اپنے ملک کا بادشاہ ہے ویسے ہی یہ اپنی قلمرو کے بادشاہ ہین اس لئے دو بادشاہون کے پاس بیٹھنے مین مضائقہ نہونا چاہیے - ہندوستان مین شاہ عالم بادشاہ نے مہاراجہ سیندھیا کو فرزند خاص کا خطاب اس لئے عنایت فرمایا تھا کہ یہہ خطاب اونکو بیٹھنے کا مستحق بنا دے - قصہ مختصر شاہ محمود کے زمانہ مین فارسی نے ہندوستان پہ خاص اثر ڈالا اور ایران اور غزنی سے نکلکر دلی - لاہور - کشمیر اور وہان سے چلتے چلتے سارے ہندوستان مین کم و بیش اپنا دخل اور رسوخ پیدا کر لیا - اور ہندوستان مین ہندؤن کے ہزارون خاندان فارسی لکھنے پڑھنے مین ممتاز نظر آنے لگے - بلکہ بہتیرے ہندؤن نے خود کو فارسی مین صاحب تصنیف اور مستند ثابت کیا - اور فارسی کی شاعری بتدریج تعلیم یافتہ پارٹی کا ایک مذاق خاص بنگئی -

اس دور کے قابل قدر زمانہ مین جبکہ شیراز کو سعدی اور حافظ جیسے سخن طرازون سے بلند نامی حاصل تھی دلی کو امیر خسرو دہلوی کی سخن آرائی نے دوسرا شیراز بنا رکھا تہا - خسرو کے کمالات شاعری اور ادب پر ریویو کرنا کوئی معمولی بات نہین ہو سکتا

تیرے نزدیک اس رتبہ کا شخص نہ صرف دلی بلکہ تمام دنیا مین بہی دوسرا
نظر نہین آتا۔ جسکی تصنیف سے معلوم ہوتا ہیکہ وہ بلا واسطہ مبدء فیاض سے
مضمون پا رہا اور بلا ذریعہ لوح محفوظ کو دیکھہ رہا اور اوس کی نقل اوتار رہا ہے
جو اوس کا اور صرف اوس کا حصہ ہے۔ جس کو خسرو کے معیار کمال کے دیکھنے اور میرے
بیان کے تصدیق کی خواہش ہو وہ مطبع اود ہ اخبار سے اعجاز خسروی منگا کر دیکھے
اور اوس سے خسرو کے لاثانی فضل و کمال کا اندازہ کرے۔ اور نیز اس امر کا اندازہ
کرے کہ اعلی درجہ کی سوسائٹی مین کس قسم کے قابلانہ اور فاضلانہ مذاق سے دلچسپی
حاصل کی جاتی تہی۔ اور ادب کے پہلوان کس کس ترکیب سے دماغ کے روشن
کرنے اور خیال کی بلند پروازی کے لئے کیا کیا ورزشین کیا کرتے تھے۔ بہرحال
ہندوستان مین پانسو برس تک فارسی لٹریچر اور فارسی شاعری کا چرچا رہا۔
اب بھی ہر حصہ ملک کو اوس سے کچھہ نہ کچھہ لگاؤ اور دلچسپی باقی ہے اگرچہ اوس کو
یونیورسٹی سے نکل جانے مین غیر متوقع نقصان پہونچا ہے۔ حالانکہ ہمارے تعلقات
ادن ملکون اور قومون سے جہان فارسی بولی جاتی ہے قریب ہوتے جاتے ہین۔
ایسی حالت مین ہمکو فارسی کا بہلا دینا ایک ایسا عجیب سبق ہے جو ہمکو یاد رکھنا چاہیئے
کلکتہ مین جو عالیشان جلسہ محامڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس کا ہوا تہا
اوس مین مولانا شبلی صاحب نعمانی نے نہایت محققانہ اور فاضلانہ طور سے اس بات کو
ثابت کیا ہے کہ فارسی مین ہر قسم کے علوم کا ذخیرہ فراہم ہو چکا ہے اور ہماری قومی
لیاقتون کو فارسی کے ساتھ ایسی وابستگی ہے جو اوس سے علاحدہ نہین کی جاسکتی
اور فارسی کے نہ جاننے سے ہمارا ادب بالکل خراب ہو جا سکتا ہے۔

فارسی شاعری اور یورپ

شمس العلما مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کے نواسے اور ہمارے لائق دوست

مولوی شرف الحق صاحب مددگار بندوبست حیدرآباد کے بیٹے مشرف الحق صاحب حصلہ اللہ مرامۂ شہرایڈنبرا اسکاٹلنڈ سے لکھتے ہین کہ یورپ مین اس وقت دو لاکھ سے زیادہ مشرقی قدیم کتابین مختلف کتب خانون مین نہایت احتیاط اور آراستگی سے رکھی ہین سب سے نایاب مجموعہ پیرس مین ہے جہان اسلامی کتب خانۂ اسپین اور افریقہ کے بھی نایاب نسخے مل سکتے ہین - فلارنس روم - ویانا - میونخ پیٹرزبرگ مین زیادہ تر مشرقی مجموعہ فراہم ہے - مین اس وقت انگلستان کے مجموعون کا مختصر حال لکھنا چاہتا ہون - اگر ہمارے تعلیمی مرکز علیگڈھ کو اپنا قومی کتب خانہ مرتب کرنا ہو تو ایسے نسخون کو مہیا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے یا کم سے کم ممبران اردوے معلی سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ مین لے لین تاکہ جو حصہ جابجا پڑا پڑا یا باقی رہ گیا ہے وہ ایک جگہ فراہم ہو کر ہمارے کام آئے -

اکسفورڈ کی لائبریری مین پروفیسر ساخاؤ کی مرتب کی ہوئی فہرست کے موافق ۱۸۸۹ء تک فارسی کی قلمی دو ہزار اڑتیس کتابین داخل ہوئین - مین اون کے عالی دماغ مصنفون اون کے زرین قلم کاتبون اون کے مضامین کی بلندیون اون کے نقش و نگار کی باریکیون اون کے کاغذ کی چکنائی جلدون کی پائیداری روشنائی کی صفائی وغیرہ کے بیان سے قاصر ہون - اس مین نظم کی مختصر تشریح یہ ہے - فردوسی (۲۸) متقدمین شیخ سنائی (۱۰) - انوری (۱۴) - خاقانی (۲۲) - نظامی (۳۵) - فریدالدین عطار - جلال الدین رومی (۳) سعدی (۴۸) - امیر خسرو (۲۷) - حافظ (۳۹) - شاہی - جامی (۴۲) - ہاتفی (۱۵) - ہلالی - فیضی (۹) - کلیمی (۹) - صائب - مختلف نظم گلدستے اور نظم و نثر کے خلاصے (۱۴۰) تصوف کی نظم و نثر (۱۱۶) مسجع نثر - توشیح نظم - رقعات - فرمانون کا مجموعہ - منقحات انشا - چلیستان - خوش خط قطعے وغیرہ (۱۴۸) فارسی اور ہندوستانی باتصویر کتابین (۱۲) زردشتی لٹریچر زبان زند یا ژند پہلوی - پارسی (۲۸) نظم کی

مختلف کتابین مختلف مذاق اور مختلف علوم اور فنون مین (۷۵)
"آکسفورڈ کے بعد کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ مین تین ہزار سے زیادہ اورنٹیل قلمی کتابین ہین ۱۸۹۶ء کی فہرست مین مندرج ہین جس فہرست کو مسٹر برن نے حقیقت بڑی محنت سے تیار کیا ہے اور یہ مشرق کا لاثانی تحفہ ہو یہ کتابین ڈیوک آف بکنگہم اور سرولیم میور اور دوسرے علم دوست اصحاب اور ایسٹ انڈیہ کمپنی کے ایجنٹون اور ڈائرکٹرون کے ذریعہ سے پہونچی ہین - ان مین بعض کتابین اِس اہتمام اور فیاضی سے لکھوائی گئی ہین اور اون کے نقش ونگار مین اتنی دولت خرچ ہوئی ہوگی کہ اب اوس کا اندازہ نہین ہوسکتا -
"لندن کے مشہور ومعروف برٹش میوزیم مین مختلف اقسام کی ساٹھ ہزار قلمی کتابین جمع ہوچکی ہین جن مین دس ہزار طلائی ہین - سنا جاتا ہو کہ ایسا شاندار مجموعہ دنیا کے اور کسی عجائب خانہ مین دیکھنے مین نہین آیا - روزانہ ہزارون آدمیون کی نگاہین اون پر پڑتی ہین - یہ کتابین جن کی تعریف مین زبان قاصر ہو شیشے کے خانون مین بند میزون پر نہایت صفائی سے رکھی ہوئی ہین - برٹش میوزیم کے سوا اورنٹیل قلمی کتابین اس ملک کے خانگی ہاتھون مین بھی بیشمار ہین جو مشرقی ممالک اور ٹرکی مصر عراق وغیرہ سے کوڑیون کے مول لی گئی ہین - ڈبلن کا عجائب خانہ مین نے نہین دیکھا - لیکن وہان بھی مشرقی کتابین ضرور ہونگی خصوصاً عربی کی -
انڈیا آفس لندن مین مشرقی کتابین بیشمار جمع ہین - انڈیا آفس مین کم سے کم تین ہزار سات سو انتالیس کتابین سنسکرت زبان مین پرانے لٹریچر کے متعلق لکھی ہوئی جمع ہین -
انڈیہ آفس کے عربی فارسی مجموعہ کی فہرست میری نظر سے نہین گزری مگر برٹش میوزیم مین فارسی کتابین اتنی ہین جنکی فہرست مسٹر چارلس ریو نے ۱۸۷۶ء مین مرتب کی چار موٹی موٹی جلدون مین چھپوائی ہے ان چارون جلدون کا علیگڈھ مین

ہوناضرور ہی - لندن میوزیم مین مشرف الحق صاحب نے ایک حصہ اون کتابون کے
نامون کا بتایا ہی جن پر خود مصنفون کے دستخط اور مہرین ثبت ہین یا خود اون کے
ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین - اور دوسرا حصہ فارسی کی اون کتابون کا ہے جنکو طلائی
نقاشی اور طرح طرح کی تزئین دافشان نے ہر صفحہ کو گلدستہ یا پھولا ہوا چمن زار بنا
دیا ہے - اور وہ کتابین مصنفین ذیل کی جانب منسوب ہین جنکے نام نامی سے ایشیہ کی دنیا
کو ہمیشہ فخر رہے گا -

ملا کاتبی - یحیٰی اشتب تاری - حیدر شیرازی - ناصر الدین حیدر شیرازی -
سنائی - حمید اللہ فروتنی - ابو القاسم فردوسی - شہاب الدین سہروردی -
ملا جامی - عبد الرزاق سمرقندی - نصیر الدین طوسی - اسدی برازی - شمس الحسن
اشیرا - سعدی شیرازی - شاہی - شرف الدین علی یزدی - ضیاء برنی -
کمال الدین ابو العطار المتخلص خواجوے کرمانی - مرزا اسکندر - نظامی انوری - سوزنی
نقی شرف الدین شفروح - فخر الدین عراقی - نصیر باجائی - کسائی - حمزہ کوچک
فتوحی - رشید الدین وطواط - فخر الدین عراقی - فرحی - عسجدی - اسدی طوسی
منوچہری - عمر خیام - ناصر خسرو - ناصر عراقی - سلمان ساوجی - کمال خجندی - ملا اوحدی
سید جلال الدین عضود - جلال الدین عطیفی - جلال الدین خوافی - جلال طبیبا -
حافظ نزاری کوہستانی - عماد فقیہ - خسرو دہلوی - ناصر نجاری - ابن یمین -
بساطی - نغفی علائی - غیاث کرمانی - اوحدی - حسین بن علی واعظ کاشفی
محمد امین ابو الحسین قزدیتی - ظہیر فاریابی -

الغرض ہمارا جو ذخیرہ چارون طرف سے سمٹ کر یورپ کی سیرگاہ بن رہا ہے -
کم سے کم اوس کی فہرستین تو ہمارے پاس ہونا چاہئین - ہم نے شاعری کے متعلق
ایک مختصر اقتباس کا ذکر کیا ہی - اگر ہمارے کتب خانہ مین یہ مجموعہ فراہم ہو تو

شاعری اور ادب کے لئے نہایت قابل قدر نمونہ ہونے کے لئے بکار آمد ہوسکتا ہے جو جدید شاعری اور ادب مین ایک نہایت عمدہ روشنی پیدا کر سکتا ہو اور قوم کے منتشر خیالات کو ایک خاص رفتار کی جانب متوجہ کرکے موضوع سخن کا راستہ دکھا سکتا ہے

مسلمان اور شاعری

آغاز اسلام سے کچھ پہلے کتابت کا دستور ہوا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اِس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اشعار و قصائد جو عرب کی تمدن اور معاشرت کی اصلی تصویر تھے اور جو اب تک زبانی روایت ہوتے چلے آتے تھے قلمبند ہونے لگے - اور اون کی حفاظت کا بڑا ذریعہ نکل آیا - چنانچہ سات مشہور قصیدے جو معلقات کے نام سے مشہور ہین - آب زر سے لکھے گئے اور کعبے پر آویزان کئے گئے پہر یہ دستور ہوگیا کہ جو کوئی اعلیٰ درجہ کا قصیدہ لکھتا وہ اپنی شہرت اور اظہار کمال کو دروازہ کعبہ پر جاکر لٹکا دیتا اور بڑے بڑے شائق اوس کے پڑھنے اور سننے کو جمع ہوجاتے پھر جب اسلام کی اشاعت ہوئی تو دو قسم کی شاعری تہی ایک وہ جسمین بتون کی تعریف اور تمجید بیان کی جاتی تہی دوسرے وہ جسمین ترانۂ توحید اور پند و نصائح اور شجاعت و سخاوت وغیرہ کے ذکر ہوتے تھے - پہلی قسم کی شاعری کو اسلام نے منع کیا اور دوسری کو جائز رکھا - چنانچہ خود حضرت علی نے شعر کہے اور اب آپکا دیوان موجود ہے - اور خود آنحضرتؐ نے شعر سنے اور شاعر کی تعظیم کو اپنی ردا سے مبارک بچھائی ہے اور ایسے شعرون کی تعریف فرمائی ہے - بعض لوگ خیال کرتے ہین کہ قرآن مین شاعری سے روکا گیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ خدا نے شاعری سے منع نہین کیا بلکہ اپنے پیغمبر کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ شاعری اوس کے لائق نہین اور ایسا ہونا بہی چاہیئے کیونکہ ایک ایسے جلیل القدر پیغمبر کے لئے جو

بلاواسطہ لوح محفوظ کا دیکھنے والا اور مبدء فیاض سے تعلق رکھنے والا ہو۔ شاعری کے موضوعات اور تخیلات سزاوار نہین ہوسکتے اور شاعری کا درجہ پیغمبری کے درجہ کے ہمسر یا اوس سے برتر نہین مانا جاسکتا اور جو شاعری قرآن مین ناپسند کی گئی وہ اوسی اول قسم کی شاعری ہے جس سے شرک جلی کا اعلان ہوتا ہو ورنہ دوسرے قسم کی شاعری کے پسندیدہ ہونے مین شک نہین ۔

بشنو از انصاف اگر مقبلی | شعر بود حجت روشن دلی
شعر کہ اصحاب نبی گفتہ اند | چون در و یاقوت گہر سفتہ اند
شعر علی گفت و حسین و حسن | کعب و انس گفت و اویس قرن
شعر کہ حسان عرب گفتہ است | سید کونین پذیرفتہ است

شعر کی تعریف مین حضرت امیر خسرو دہلوی کہتے ہین اور کیا خوب کہتے ہین۔

آنکہ نام شعر غالب می شود بر نام علم | حجت عقلی بتو گویم اگر فرمان بود
ہر چہ تکرارش کنی آدم بود استاد آن | آنچہ تصنیف است استاد ایزد سبحان بود
پس چرا بر دانشے کز آدمی آموختی | نایہ آن غالب کہ تعلیم دسے از یزدان بود
علم کز تکرار حاصل شد چو آب در خم است | کز دسے از دہ دلو بالا بر کشی نقصان بود
لیکہ طبع شاعران چشمہ است زاینده کزاد | گر کشی صد دلو بیرون آب صد چندان بود

ایک گوتے سے اور حضرت امیر خسرو سے بحث آپڑی۔ بادشاہی دربار کا گویا اصول ادب سے واقف مختلف علوم کا ماہر۔ کہنے لگا کہ موسیقی کو علم حکمت مین شمار کیا گیا ہے اور موسیقی دلون پر خاص اثر ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ امیر خسرو نے کہا کہ یہ سچ ہے لیکن شعر خاص حکمت ہے اور موسیقی کو شعر کی ضرورت ہے مگر شعر کو موسیقی کی ضرورت نہین اوسکے لطائف بلا واسطہ موسیقی دل پر اثر کرتے ہین۔ خلفاے بنی امیہ مین خالد ابن یزید بن معاویہ ادیب اور شاعر تھا۔ اور اوس نے اشعار عرب کا ایک بڑا سرمایہ جمع کیا تھا۔ پھر روز بروز اوسکو ترقی ہوتی گئی اور خلفاے بنی العباس کا زمانہ تو ادب اور شاعری کا معدن پایا جاتا ہے۔ پالٹیکس اور تمدن اور قدردانی

اور تفنن کے لئے یہ زمانہ ایسا عجیب زمانہ تہا جو اب تک آپ ہی اپنا نظیر سمجہا جاتا ہو - خلیفہ سُنّی وزیر شیعہ - خلیفہ عربی الاصل - وزیر عجمی النسل - سارا دربار تمام دنیا کے مختلف مذاقون سے ایسی عجیب معجون بن رہا تہا جو ہر دل کو فرحت اور ہر دماغ کو طاقت دینی والی ہو جسکو خلفاے عباسیہ مین سے ایک ماموں رشید کا حال دیکھنا ہو اور وزراو عباسیہ مین سے برامکہ کی لائف پڑھنا ہو وہ مولانا شبلی صاحب نعمانی سے المامون اور مولوی محمد عبدالرزاق صاحب کانپوری سے البرامکہ طلب کرکے جہونپڑے مین محلون کا خواب دیکہے -

اسپین کا عالیشان کتب خانہ جو مستنصر نے تیار کیا اوسکے متعلق مولانا شبلی مشہور مورخ ابن خلدون اور ابن الابار کے حوالہ تصنیف سے لکہتے ہین کہ صرف اشعار اور قصاید کے مجموعون کی جو فہرست تیار کی گئی وہ آٹھ سو اسّی صفحون مین تہی - اس سے سمجہ لینا چاہیے کہ اشعار و قصاید کی کتنی کتابین ہونگی جنکی فہرست آٹھہ سو اسّی صفحون مین لکہی گئی -

آپ اوس زمانہ کے نقشہ پر یون غور فرمائین کہ ایک جانب اسپین مین سلطنت اسلامیہ کا گردون فرش نقارہ بج رہا ہو - دوسری جانب بغداد مین سلاطین عباسیہ کی عالیشان نوبت کی آواز سے تمام دنیا گونج رہی ہے - بخارا مین سامانی حکومت کا زور ہو - شام مین خاندان بنو حمدان سلطنت کر رہا ہے - شیراز کو آل بویہ کی حکمرانی کا فخر ہے مصر کو فاطمین مصر نے دوسرا بغداد بنا رکہا ہے - عضد الدولہ کی سلطنت نہایت وسیع تھی اور اوس زمانہ مین سب سے زیادہ ممالک اوسی کے قبضۂ اختیار مین تھے وہ شاہی تمدن کے علاوہ بہت بڑا شاعر بھی تہا - اور علوم و فنون مین کامل دستگاہ رکہتا تہا اس نے شیراز مین ایک عالی شان کتب خانہ قایم کیا تہا -

سیف الدولہ تیغ اور قلم دونو کا مالک تہا اور اس قدر علم دوست تہا کہ اوس کے دربار مین شعرا ء باکمال کی گنتی خلفاے عباسیہ کے دربار سے کم نہ تھی - حکیم ابو نصر فارابی اسی کے دربار کا وظیفہ خوار تھا - جو علاوہ علوم حکمت کی شاعری کا بہی حکیم تہا - ؞

فاطمین مصر کو شاعری اور ادب سے جو شوق رہا اور اونہون نے جو لوگ اس فن کے جمع کئے
اور جو سرمایہ بہم پہونچایا وہ اون کا حصہ کہا جاتا ہی۔
محمد بن الحسین بغدادی نے ایک نہایت قابل قدر اور لاجواب کتب خانہ جمع کیا تھا۔ اس
مین قدیم عرب کے اشعار و قصایہ چمڑون پر اور خراسانی اور مصری اور چینی کاغذ پر لکھے ہوئے بڑی
احتیاط سے رکھے گئے تھے۔

بادشاہون کے سوائے ہر امیر اور وزیر ادب اور شاعری کا شیفتہ پایا جاتا ہے۔
اسلامی دنیا مین سیکڑون حکیم اور علامہ شاعر پائے جاتے ہین اور بڑے بڑے صوفیہ مرتاض
شاعری کے شیفتہ نظر آتے ہین۔ کوئی اعلیٰ درجہ کا دربار قدر سخن سے خالی نظر نہین آتا۔
اسی ہندوستان مین مسلمان بادشاہون نے سنسکرت بہاشا۔ عربی۔ فارسی کی تصنیفات
شاعری کی جو قدر کی وہ اس زمانہ مین ہمکو خواب و خیال معلوم ہوتی ہے۔ اگر آپ مسلمان بادشاہون
کی فیاضی اور قدردانی کا اندازہ کرنا چاہین تو میر غلام علی آزاد کی خزانۂ عامرہ اٹھا کر دیکھین جسمین
صرف اونہین شاعرون کا حال لکھا ہی جن کو صلہ کلام سے سرفراز کیا گیا ہے۔ اس مین کسی
شاعر کا روپیہ اشرفی سے تول دینا یا ہزارون کی گنتی مین انعام پانا یہ تو ایک معمولی بات تھی
امیر خسرو نے ایسا انعام بھی پایا ہے کہ وہ مع ہاتھی اور ہودج و عماری کے روپے سے تول دئے گئے
اس طرح پر کہ اونکو مع ہاتھی کشتی پر سوار کرا کر جس قدر کشتی اوس بوجھ سے پانی مین ڈوبی اوسی
قدر روپیہ کشتی مین بھر کر اونکو دیا گیا تھا علی ہذا بعض شعراء کو ایک ایک مطلع پر بائیس بائیس
لاکھ روپیہ تک انعام کی نوبت پہونچ چکی ہے اور سنسکرت اور بہاشا اور عربی نے جو صلات کلام
اپنے اپنے زمانہ کے قدردانون سے حاصل کئے اونکا ذکر افسانہ نظر آتا ہی۔ آج یورپ مین
بادشاہون کی قدردانی کا یہ دستور نہین لیکن کسی شاعر اور ناولسٹ کو پبلک اتنا دے
نکلتی ہے جسکو وہ بخوبی اپنی جگر کاوی کا معقول معاوضہ سمجھ لیتا ہے۔ اوس کے مقابل ہندوستان
کا یہ حال ہے کہ نہ آج کل کے رئیسون اور امیرون کو یہ توفیق ہے اور نہ پبلک کی قدردانی سے

فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو۔ اسی لئے روز بروز ادب اور شاعری کا بازار سرد ہوتا جاتا ہو بلکہ اب تو شاعر ہونا ایک قسم کی بے عزتی اور اضاعت اوقات مین داخل ہو۔

غربی شاعری کا ذخیرہ

آج کل مغربی دنیا نے ہر علم و فن کے لئے ایک خاص فلسفۂ عقلی کو اوس کا دیباچہ بنایا ہو۔ یہ علم یا فن کب ایجاد ہوا کس نے ایجاد کیا۔ کس غرض سے ایجاد کیا گیا۔ کیا اثر ڈالا کیا نتایج پیدا ہو قدیم اور جدید حالتون مین کیا فرق اور کتنی ترقی اور کتنا تنزل ہوا کس زمانہ مین کیا کیا اصلاح ہوئی کوئی بات متروک ہوئی تو کیون اور کسی بات مین نقص رہا تو کیا سبب اصلاح و ترقی کے اسباب کیا ہین وغیرہ وغیرہ۔

یورپ نے ایشیائی علوم مین فلسفۂ عقلی کی ایک نئی روشنی اضافہ کی ہو۔ ہمارے یہان تاریخ ایک عام فن تھا جو اجمالی واقعات کا دفتر ہوتا تھا۔ اب یورپ نے تاریخ کو فلسفۂ عقلی کی ایک عام شاہراہ بنا دیا ہو۔ جس سے حکیمانہ طور سے کلیات عقلی کا استنباط کیا جا سکتا ہو۔

مولوی غلام الثقلین صاحب بی۔اے ناظم تعلیمات گلبرگہ شریف علاقہ حیدرآباد نے جو علیگڑھ کالج کے لائق گریجوئٹ ہین اصول تاریخ پر ایک نہایت قابل قدر مقدمہ لکھا ہو جو ہمارے مورخین کے علمدرآمد کو زیر نگاہ ہونا چاہیئے۔ یورپ نے سنسکرت بھاشا۔ عربی فارسی کے علوم و ادب پر بھی فلسفیانہ نگاہ ڈالی ہے۔ جرمن سنسکرت اور بھاشا کو خاص طور پر دیکھا ہو۔

فرانس نے عربی اور فارسی پر خاص نگاہ ڈالی ہے۔ انگلستان مین بڑی بڑی کتابون کو فلسفۂ عقلی سے جانچا گیا ہے اور من حیث المجموع ایشیا کا تمام کارآمد ذخیرہ یورپ کے پیٹ مین دیکھا جاتا ہے اور چھاپے کی ایجاد نے اوس کو اور بھی ارزان کر دیا ہو۔ عربی کے فن ادب مین پہلے ہمارے یہان صرف مقامات حریری متنبی سبعہ معلقہ درس مین داخل تھے اور بعض لوگ تمبوری اور نفحۃ الیمن بھی پڑھتے تھے اور یہی ہمارا معمولی سرمایہ تھا اب شام مصر بیروت

استنبول وغیرہ مین چھاپہ کے سبب سے اشعار عرب کا بے انتہا ذخیرہ جمع ہوگیا ہی۔شعرائے جاہلیت مین سے امراءالقیس۔زہیربن ابی سلمیٰ۔لبید بن ربیعہ العامری۔نابغہ ذبیانی۔تلقمۃ الفحل۔عروۃ بن الورد۔حاتم طائی۔اوس بن حجر۔خنسا۔عنترۃ بن شداد العبسی۔طرفۃ بن عبد بکری عادرۃ کے دیوان چھپ گئے ہین۔قبیلۂ ہذیل کے شعراء کا کلام ایک مجموعہ مین چھاپا گیا ہے خلیفہ منصور عباسی نے خلیفہ مہدی کی تعلیم کے لئے اشعار عرب کا جو مجموعہ تیار کرایا تھا اور جسکو علامہ مفضل نے جمع کیا تھا چھپکر شائع ہوگیا ہی ۲ ۵ قصیدے جو مختارات اشعار العرب کہلاتے ہین پورے چھپ گئے ہین۔جمہرۃ العرب شائع ہوچکا ہے اسلامی شعراء سے تا مین خطیہ عمر بن ابی ربیعہ۔اخطل فرزدق۔ابو محجن ثقفی کے دیوان چھپ گئے ہین اور زمانہ مابعد کے شعراء کا کلام تو نہایت کثرت سے شائع ہوچکا ہے۔عباس بن الاحنف۔صریع الغوانی۔عبداللہ بن المعتز۔ابو تمام۔ابوعبادہ بحتری۔ابوالعتاہیۃ۔ابو فراس۔ابو نواس کہ ان مین سے ہر ایک فن شعر کا امام تھا سب کے دیوان چھپ چکے ہین۔ان کے سوا ادب کی وہ کتابین جن مین کثرت سے اشعار عرب مذکور ہین بکثرت شائع ہوچکی ہین۔(دیکھو مولانا شبلی کی کتاب رسائل) ہمارے ادبائے ہند مین میر غلام علی آزاد بلگرامی نے وہ کام کیا کہ دوسرے کسی سے نہین ہوا۔یعنی سنسکرت اور بھاشا کی تشبیہات اور استعارات کو عربی کی شاعری مین داخل کیا۔آزاد بلگرامی کے دیوان کا نام سبحۃ المرجان ہی اور وہ بھی استنبول اور بیروت مین چھاپا گیا ہے۔

مطبع اودہ اخبار لکھنؤ نے فیضی کی تفسیر سواطع الالہام بے نقط چھاپ کر احسان کیا ہے۔سنسکرت کی شاعری تبرک کے طور پر باقی ہے لیکن بھاشا کی لایبریری سینکڑون کتابون سے معمور نظر آتی ہے۔فارسی مین سینکڑون مثنویان اور دیوان چھپ گئے ہین اور سینکڑون مثنویان اور دیوان قلمی پائے جاتے ہین۔اور اب فارسی کے علاوہ اردو مین ایک بڑا ذخیرہ ادب اور شاعری کا بڑھتا جاتا ہی۔لیکن اب تک ہماری شاعری یورپ کے فلسفۂ عقلی کے

موافق فلاسفی کی میزان مین تولی اور فلاسفی کی کسوٹی پر جانچی نہین گئی اور اس کی بڑی ضرورت ہے کہ فلسفۂ تاریخ کی طرح شاعری کی فلاسفی پر ایک نہایت گہری نظر ڈالی جاسے اور شاعری کی ہر کتاب کو فلاسفی کی روشنی سے دیکھا جائے - اور ہماری شاعری کی کتابون پر جو تقریظین اور ریویو لکھے جائین وہ مغربی اصول پر لکھے جایئن اور ہمارے فاضل مبصر بطور ایک جیالوجسٹ کے اس معدن کی گہرائی سے جواہر گرانمایہ نکالنے والے ہون خذ ما صفا ودع ما کدر -

ہماری شاعری کا موضوع حقیقی

ہمارے یہان موضوع شاعری پر کوئی مستقل کتاب نہین بلکہ علم بیان اور عروض و قوافی کے ذکر کے ساتھ کہین اجمالاً اس کا بھی ذکر آپڑا ہے وہ بھی ایسا جس سے کوئی وسیع رہنمائی نہین ہو سکتی - میرے نزدیک شاعری کے تین اقنوم ہین - خدا - بادشاہ - حسن - اور جو ان کے علاوہ ہے وہ انہین کے تحت یا متعلقات مین ہے - جب ان تینون کا ادب شناس ہو تب پورا شاعر مانا جا سکتا ہے -

شاعری کی تثلیث

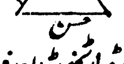

شاعری ادب کا پولیٹیکل ادب کا پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ اور فلاسفی کا پرایوٹ آفس ہے شاعری ایک معنوی پردہ ہے جسکے اندر خیال کا بازیگر روحانی کیفیتون کا جسمانی صورتون مین اور جسمانی حالتون کا روحانی صورتون مین تماشا دکھا رہتا ہے - جو حقیقت اور مجاز کے رنگون سے رنگا گیا ہے - شاعری کا بڑا کمال حقیقت اور مجاز کی دو حالتون کا تماشا ایک صورت مین دکھانے کا ہے - ایشیائی شاعر کا مذاق خاص یہ ہے کہ ایک بات کو پھیر کر دوسرے معنی پیدا کر دئے جائین اور راز کی بات علانیہ طور پر نہ کھلنے پائے - میخانے کو جائین مگر کوئی دیکھ لے تو

مسجد کی بات بنا سکین۔ ؎

میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ
ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہان

شاعر کا بڑا تعلق شاعر کے جذبات وجدانی اور انوار الوہیت کے برکات روحانی سے ہے اور ہماری روح کا روح اعظم کیجانب میلان ہمارے اوج خیال کے لئے ایک لازمی اثر ہے۔ ؎

پانی تہ خاک کو روان ہے لو شعلہ کی سوے آسمان ہو

اور چونکہ شاعر باطنی جذبات اور روحانی طاقت سے اپنے خیال کو بلند کرتا ہے اور وہ اوج خیال کے لئے انتہا کا درجہ ہو۔ اس لئے عالم بالا کی جانب شاعر کے روحانی جذبات کا ایک سلسلہ قایم ہونا لازمی ہوجاتا ہے اور اپنے اوج کمال کے مقام پر پہونچکر اوس کی روح جو دیکھتی اور سمجھتی ہے اوس کے لطایف اور حقائق کو شعر مین ادا کرتی ہے۔ نظم مین لطافت معنوی کی نثر سے زیادہ سمائی ہے جیسے نمک مین جو نمکینی ہے وہ مٹی مین نہین۔ پھول کی خوشبو درخت مین نہین پائی جاتی۔ اسی کے نفس بالطبع نظم کو نثر سے زیادہ پسند کرتا ہو موسیقی کی طرح نظم بھی دلپر اثر کرنے والی چیز ہے اور ایشیا نے مقام معرفت مین ہزارون برس جبہ فرسائی کی ہے تب یہ مذاق پیدا ہوا ہے ؎

سونا کیا حرام تو قسمت جگائی ہے جب خاک ہو گئے ہین تو اکسیر پائی ہے

اور چونکہ شاعری حفظ اسرار کا خاص ظرف رکھتی ہے۔ اس لئے تمام ایشیائی زبانون مین شاعری کو خاص طور سے اسرار حقیقت کا اہل سمجھا گیا ہے اعلیٰ درجہ کے ترانہ ہاے معرفت شاعری ہی کے پردہ مین ادا کئے جاتے ہین۔ دیکھو مولانا روم کی مثنوی اور شمس تبریز اور حافظ شیراز کے دیوان ؎

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

شاعری اور تصوف

شنسکرت عربی - فارسی مین ہزارون برس پیشتر اسبات کا پتا ملتا ہو کہ الہیات اور مذہب کو مختلف نوعیت سے شاعری کے ساتھ تعلق رہا ہو اور شاعری نے اوس کو اپنی دلچسپی کا خاص ذریعہ سمجھا ہے لیکن ہمکو بہت پرانے زمانہ کی یاد کرنا منظور نہین بلکہ ہم ہدایت اسلام سے اس بات کا کھوج لگانا چاہتے ہین کہ مذہب کو شاعری سے اور شاعری کو مذہب سے کیا تعلق رہا ہے - اور شاعری نے اوس مین کیا اثر پیدا کیا ہو - اس کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مذہب کے احکام اور اسلامی دنیا کے واقعات صاف صاف لفظون مین نظم کردئے گئے جسمین زیادہ تر اصل مقصد کے ظاہر کرنے سے سروکار رہا - دوسرے وہ جو مذہب اسلام کو دوسرے پیرایہ مین لیجاکر اوس کو شاعری لباس پنہایا گیا اور شاعری کو اوس کا جولانگاہ بنایا گیا - جیسے تصوف کہ پہلے اسلام سے تصوف کی ایک مناسبت پیدا کی اور پہر شاعری کو تصوف کے کام مین خرچ کیا - کیونکہ شاعری کے لئے اس سے بہتر کوئی جادہ پیدا نہو سکتا تہا - اور نہ تصوف شاعری سے بہتر دوسرا لباس پا سکتا تہا - تصوف کا مذاق ہر زبان مین پایا جاتا ہو - اور ہارون رشید اور مامون رشید کا زمانہ ہر مذہب کے جمع کرنے مین لاثانی گزرا ہو - اس لئے شنسکرت اور فارسی نے عربی پر ایک جدید اثر نمایان کیا اور شاعری مین تصوف کی چاشنی کو ہر مذہب نے قبولیت سے دیکہا - اور مسلمانون مین بڑے بڑے شیوخ کبار کا رجحان تصوف کی جانب ہو گیا - یہان تک کہ امام المتکلمین امام غزالی جیسے مقتدا نے تصوف کے روحانی مقاصد کو عام شریعت سے علاحدہ کرکے اون کو بہت بڑی تعظیم و تکریم سے یاد کیا ہے اور لکہا ہو کہ وہ ایسے مقاصد ہین جن کے رموز و اسرار کو اہل راز ہی سمجہ سکتے ہین اور اون کا بیان کرنا دشوار ہے اس لئے کہ کوئی شخص جب تک اوس کیفیت سے متلذذ نہو وہ اوس کے لطائف کو جان نہین سکتا اور جو جان

جاتا ہو اوس سے اوس کا بیان نہین ہوسکتا ہو جیسے پانی کی ٹھنڈک کہ بغیر ٹھنڈا پانی پینے
کے معلوم نہین ہو سکتی اور نہ اوس کا لطف کسی ایسے شخص کو جس نے پانی نہین پیا بتایا جاسکتا ہو
اور اسی لئے ہمارے معنی فہم سخن طراز کی معجز نگاری احیاء العلوم اور کیمیاے سعادت وغیرہ
تصانیف کے اون مقامات مین جو واردات قلبی اور کیفیات روحانی سے متعلق ہین دیکھنے کے
لائق ہین جنکے لکھنے کے لئے دوسرا غزالی نظر نہین آتا۔ اور وہ فقہی لٹریچر کا معجزہ ہین ؎

ہر بانگ نیاید این نوا را ہر کوہ نداید این صدا را

اب مین اجمالاً تصوف کے بعض مقاصد کو جو ہماری شاعری سے وابستہ ہو گئے ہین۔ بلکہ یون
کہنا چاہیئے کہ وہ ہماری شاعری کی روح وروان بن گئے ہین۔ بیان کرتا ہون پروفیسر راس
آکسفورڈ لندن کہتے ہین کہ اہل راز کا مذہب دنیا بھر مین ایک ہی سا ہے لیکن یہ بے تکلف
بات مشکل سے جی ہان کہدینے کے لائق ہوگی۔ میرے نزدیک اسلام مین جو کام متکلمین نے
کیا اور جس وادی مین سرسید احمد خان کی عمر گزری اوس کا لطف اہل استدلال سے
پوچھنا چاہیئے۔ ایسے ہی اسلام کی صاف اور سیدھی باتون کو جس ژرف نگاہی سے
ارباب تصوف نے دیکھا اور جس لاثانی طریق سے مضمون اسلام کو بلند کیا وہ اونکا حصہ ہو
اس کام مین اونکا بڑا کمال یہ ہوا کہ صوفیہ متکلمین نے اسلام سے باہر جانے کی کوشش نہین کی بلکہ
اسلام کے ایک ایک لفظ کے دوسرے معنی کہکر اسلام کی ڈکشنری مین ایک عجیب اضافہ کیا۔ اور
شریعت کو عین طریقت سمجھا یا طریقت کو حقیقت کا خاص موضوع بتایا۔ اور جیسے حکیمون نے دماغ کو
مخزن حکمت بنایا تھا ویسے صوفیون نے دل کو معدن طریقت خیال کیا۔ اور ساری طاقتین دل
کی زندگی مین صرف کین۔ ہمارے موجودہ زمانہ کو یورپ اور ایشیہ کے حکیمون کے اقوال اور
علماء تصوف کے خیالات سے دل اور دماغ کے افعال پر ایک بہت بڑی چھان بین سے کام
لینے کی ضرورت ہے اور دل کی تحقیق مین اونکو ایشیہ کے حکماء واہل راز کے مجامیع وتصانیف
سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے اور اب یہ خیال کسی کے بجھتے ہوئے چراغ فہم سے بہت

مشابہ ہے - جس مین تیل نہین اور اوس کی بتی بھی تمام ہوچکی ہے - لیکن اوس کی دھندلی روشنی بھی لعل شبچراغ سے کم قابل قدر نہین - عام تصوف کا یہ عقیدہ بیان کیا جا سکتا ہو کہ اوس اصول پر کار بند ہونے سے ہماری روح اوج گرا ہو کر اوس روح اعظم مین جا کر مل جائے جو تمام عالم کو ساد ہے ہوئے ہے - اس کا اعتقاد ہے کہ خدا کا سب سے اچھا پتا اگر کہین مل سکتا ہو تو انسان مین - اور اسپر حضرت علی کے قول کو حجت لاتے ہین - من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - اور صوفی منطق اور استدلال کے بدلے مراقبے اور استغراق کے مشاہدات اور تجلیات اور الہامات کو رہنما سمجھتے ہین اور تجلیات اور الہامات کے حاصل کرنے کے لئے نفس کو مارنا - دنیاوی اور جسمانی خواہشون کو دبانا لازم جانتے ہین اور یہ حالتین اونکو ایک بیخودی کی کیفیت کا مزا دینے والی ہوتی ہین - اہل مسلک کے دو پہلو ہین - ایک نظری دوسرا عملی - نظری وہ جو حقیقت اشیاء تک پہونچنے کی سعی ہے اور عملی وہ جس کا مقصد اوس اکبر الاکابر سے وصال حقیقی ہونے کا ہو -

اہل راز کے پیش نظر جو سب سے قوی خیال ہمیشہ موجود رہتا ہو وہ یہ ہو کہ تمام چیزون مین ایک ذات واحد جاری وساری ہے جو کچھ ہے وہی ہے - لیکن یاد رہے کہ مذہب ہمہ اوست و مذہب ہمہ از اوست مین بہت بڑا فرق ہے مذہب ہمہ اوست فرض کر لیتا ہو کہ انسان مین پہلے ہی سے الوہیت کے تمام خواص موجود ہین جسپر منصور کا افسانہ طشت از بام ہے - اور مذہب ہمہ از اوست کا خیال اوسکے خلاف یہ ہے کہ انسان خدا سے جدا ہو گیا ہو - اسی لئے توحید ذات نہایت ضروری ہے -

جو کتابین تصوف پر یا تصوف کے مذاق مین لکھی گئین اون مین مولانا روم کی مثنوی اور شمس تبریز اور حافظ شیراز اور فرید الدین عطار اور ملا جامی کے دوادین اور امام غزالی کے ملفوظات اور ہندوستان مین خواجہ میر درد اور میرزا مظہر جان جانان اور امیر خسرو کے تبرکات اوس رو ئے زیبا کے لئے آئینہ کا کام دیتے ہین اور ایک ہزار سال سے مسلمانون کی

تصنیف مین تصوف اور صوفیانہ مذاق کا کھلا ہوا پتا ملتا ہو - اگرچہ اس سے پہلے بھی کتابین لکھی گئین ہون جو ہمارے دیکھنے مین نہین آئین یا زمانہ نے اونکو برباد کر دیا - چنانچہ ابوالخیر ابوسعید ۹۶۸ء مین پیدا ہوئے اور اونھون نے فارسی کی نظم اور نثر دونون مین تصوف کی کتابین تصنیف کین جو اکسفورڈ لنڈن کے کتب خانہ مین موجود ہین -

ابوسعید اور بوعلی سینا دونو معصر ہین - بوعلی سینا کا قول ہے کہ جو ابوسعید دیکھتا ہو - وہ مین جانتا ہون اور ابوسعید کہتے ہین کہ جو بوعلی جانتا ہو وہ مین دیکھتا ہون - ابوسعید کے اقوال مین ہو کہ جون جون انسان دنیا سے واقف ہوتا جاتا ہے خدا سے ناواقف ہوتا جاتا ہے اور تصوف کا ایک مقولہ بھی ہے کہ العلم حجاب الاکبر - ابوسعید نے صوفیانہ نظم مین وہ خاص لطف پیدا کیا جو شاید اوس سے پہلی کی تصنیف مین نہو وہ عجیب عجیب استعارون مین خدا کو معشوق یا ساقی یا شمع سے اور انسان کو عاشق یا میخوار یا پروانہ سے تشبیہ دیتے ہین - صوفیانہ کلام مین معشوق حقیقی اور معشوق مجازی کی تمیز و تفریق کرنا دوسرے کے اندازہ فہم اور حسن ظن سے متعلق ہے - بعض وقت یہ تمیز نہین ہو سکتی کہ وہ اخلاق کی باتین کہہ رہا ہو - یا فلسفہ کی - تصوف کا عام اصول یہ ہے کہ سب چیزین خدا سے نکلین اور خدا مین جا ملین گی - جگہ جگہ یہ خیال ملتا ہی کہ سب مذہب اور سارے دین ایک ابدی سورج کی کرنین ہین - سارے نبیون نے اوسی ایک ابدی حسن اور ازلی حقیقت کے مسئلہ کو مختلف زبانون مین بیان کیا ہو - صوفیون کو نہ صلہ کی پروا ہو نہ سزا کا خوف - بہشت اون کے لئے حسن ہے اور دوزخ خدا کا جلال - موتوقبل ان تموتو - اور فنا فی اللہ اس کی تعلیم دو معمولی سبق ہین -

صوفیون نے عشق مجازی کو عشق حقیقی کا نردبان سمجھا ہو - جو حسن ہم دنیا مین دیکھتے ہین - صورت کا ہو کہ عادت کا کہ خیالات کا نور حقیقی کا ایک عکس ہے اور ریاضت اور نفس کشی سے اوس نور کے ساتھ وصال ہونا ممکن ہے -

تصوف کے تین درجے ہین پہلا درجہ شریعت ہے جس کا یہ مقصد ہے کہ طالب اسلامی

تعلیم حاصل کرے پہر دوسرا درجہ طریقت ہی صوفی یہان اکر سمجہتا ہی کہ یہ جو ظاہرا طریق عبادت کے ہین یہ صرف عوام کے لئے ہین جنکو باطن سے آگاہی نہین ہوتی۔ تیسرا درجہ یقین ہے یہان پہونچکر صوفی خدا سے واصل ہوجاتا ہی۔ جتنے بڑے بڑے شعراء ایران مین گزرے ہین اون سب کا کلام متصوفانہ تہا۔ اس کی وجہ یا تو یہ کہ وہ واقعی صوفی تھے یا یہ کہ عادۃً اون سے اس قسم کا کلام صادر ہوتا تہا۔ یا شاعری کا سانچہ ہی اس ترکیب سے تیار کیا گیا کہ اوس مین چربی۔ کافور اور دوسری پگہلنے والی جو چیز ڈالو وہ وہی صورت حاصل کرکے نکلے مگر دوسرے قسم کے شاعرون کا اصلی مطلب یہ ہوتا ہی کہ وہ اپنے ناقص کمال کو دوسرون سے چہپائین اس لئے وہ ایسی اعلیٰ اور مقدس سوسائٹی مین مل بیٹھنے کو اپنا فخر سمجہتے ہین اور ایسی ملتی ہوئی آواز سے بات کرتے ہین کہ معمولی طور سے پہچاننا مشکل ہو۔

صوفیون کے نزدیک سب عالم خدا سے نکلا ہے اور پہر اوسی مین جائے گا۔ جیسے سورج برابر شعاعین پہینکتا اور پہر اونہین اپنی طرف کہینچتا رہتا ہے۔ نہایت بدیہی اور آسان مثال یہ ہے کہ خدا بمنزلہ سمندر کے ہے اور صوفی اوس مین ایک قطرہ ہے۔ ایک اور قول یہی ہے کہ مین (یعنی خدا) پوشیدہ خزینہ تہا مین نے چاہا کہ ظاہر ہون اس لئے مین نے اپنی صورت پر انسان کو پیدا کیا اس کلام سے صوفی عالم کو خدا کا مظہر ہونا خیال کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تمام اجسام بطور آئینہ کے ہین جن مین خدا کی جلوہ گری ہوتی رہتی ہے اور آئینے کے ٹوٹ جانے سے اوسکو کوئی نقصان نہین ہوسکتا۔ اخیر مین صوفیون کا خیال ظاہر کرنے کے لئے ملا جامی کی ایک نظم کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔

عدم تہا اور خاموشی۔ اوس مین ایک وجود تہا اکیلا۔ سوا اوس کے کوئی اوس کی خوبیان دیکہنے والا نہ تہا آئینہ نہ تہا کہ اوس کا حسن دکہاتا شانہ نہ تہا کہ اوس کی زلفون کو سلجہاتا۔ صبا نہ تہی جو گیسوؤن کو حرکت مین لاتی سرمہ نہ تہا کہ آنکہون کی شائستگی کرتا۔ کسی نے وہ موہنی صورت نہ دیکہی تہی وہ خود ہی شوق

تھا خود ہی عاشق حسن تھا اور خلوت۔ لالہ کو دیکھو موسم بہار مین کیسا بن سنور کر کھڑا ہوتا ہے۔ گل کو دیکھو کیسا اترا اترا کر اپنا جوبن دکھاتا ہے۔ بس تو حسن ازل نے چاہا کہ ظہور ہو۔ فوراً ایک تجلی تھی کہ سارے عالم مین پھیل گئی۔ ذرہ ذرہ نے آئینہ ہو کر اس نور کا پرتو دکھایا۔ گل مین وہ حسن آیا کہ بلبل دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہو گئے شمع کو وہ فروغ ہوا کہ پروانہ تصدق ہونے لگا۔ یہ سب کچھ نقاب ہے اور نقاب کے پیچھے ایک محبوب۔ محبوب کی محبت ہماری زندگی ہے سب کچھ محبوب ہی ہے۔ تو ایک آئینہ ہے حسین وہ پرتو فگن ہوتا ہے۔ اور سچ تو وہ بھی نہین بلکہ وہی صورت ہے وہی آئینہ۔ ملا جامی کی تحفۃ الاحرار مین اس مطلب کے متعلق یہ اشعار درج ہین۔ ؎

شاہد خلوت کدۂ غیب از نخست　　بود پئے جلوہ کمر کرد چست
آئینۂ عیب نما پیش داشت　　جلوہ نمائی ہمہ با خویش داشت
ناظر و منظور ہمہ او بود و بس　　غیر وے این عرصہ نہ پیمود کس
جملہ یکے بود و دوئی ہیچ نہ　　دعوی مائی و توئی ہیچ نہ
گرچہ ہمی دید در اجمال ذات　　حسن تفاصیل شیون و صفات
خواست کہ در آئینہ ہائے دگر　　بر نظر خویش شود جلوہ گر
روضۂ جان بخش جہان آفرید　　باغچۂ کون و مکان آفرید
کرد ز ہر شاخ و گل و برگ و خار　　جلوۂ او حسن دگر آشکار
سرو نشان از قد رعناش داد　　گل خبر از طلعت زیباش داد
سبزہ بگل غالیۂ تر سرشت　　پیش گل اوصاف خط رو نوشت
فاختہ با طوق تمنائے سرو　　زد نفس شوق ز بالائے سرو
بلبل نالندہ بہ بیدار گل　　پردہ کشا گشت ز اسرار گل

کبک دری پا بچپا بر زده | زد بسر سبزه قدم سر زده
قمری بنہادہ بہ شمشاد دل | سوخت بہ داغ غم اوشاد دل
(حسن ز ہر جا کہ زد القصہ سر | عشق شد از جائے دگر جلوہ گر)
قالب و جانند ہمہ حسن و عشق | گوہر و کانند ہمہ حسن و عشق
از ازل این ہر دو ہم بودہ اند | جز ہمہ این راہ نہ پیمودہ اند
ہستئ ما ہست ز پیوند شان | نیست کشادِ ہمہ جز بند شان

اردو کی خانقاہ مین ایسے ترانون کی آوازین نہین گونجتیں - اور نہ اردو کو تصوف کی خانقاہون مین حال و قال کا اتفاق ہوا لیکن جن قلوب مین یہ آگ بہری ہوئی تہی اون سے بغیر شعلہ افروزی کے نرہا گیا - چنانچہ منشی امیر احمد صاحب مینائی اور مولوی محمد محسن صاحب کاکوروی کے مقال مین اس قسم کی کافی چاشنی موجود ہے اور دوسرے دواوین بہی خالی نہین ہین دوسرے حصہ مین اونکا اقتباس پیش کرونگا یہان جناب محسن کے دو تین شعر اونکی مثنوی تجلی صبح سے نقل کرتا ہون جس سے کلام کی فصاحت معلوم ہو اور شاعری کا فرقہ تصوف صوفیانہ رنگ مین شرابور نظر آئے ؎

عالم مین وہی ہوا ہی چلتی | جو صبح الست کہہ چلی ہتی
توحید ہے مستِ نغمۂ ہو | ہنگامۂ لا الہ ہر سو
گم نور وجود مین عدم ہے | آغوش حدوث مین قدم ہے

بادشاہ

خدا کے بعد اوسی سلطنت کا چربا شاہی دربار مین نظر آتا ہی اس لئے ہر زبان مین بادشاہ کے لئے ایسے مصطلحات مقرر ہین جن سے بادشاہ اور خدا مین ایک نسبت خاص پائی جاتی ہے جیسے عربی مین ظل اللہ - اردو مین خدا کا سایہ - انگریزی مین آسمان کا نور - ہندی مین

خدا کا منظر وغیرہ وغیرہ اور بادشاہ کا دربار خدا کی سرکار کا ایک دوسرا خاکا پر با عکس بنا لیا گیا ہے اور اوس کی درگاہ اقسام ادب کا مرجع ہے اس لیئے اوس کے تمام لوازم کو نظم کے ساتھ خصوصیت معنوی ہو اور پالٹیکس کے تمام اسرار جو شاعری کے پردون مین ادا ہو سکتے ہین وہ اوس اخفاء و احتیاط سے نثر مین ادا نہیں ہو سکتے یا اونکے نثر مین ادا کرنے سے وہ لطایف پیدا نہیں ہوتے جس کا ایک رخ واقعات کی جھلک دکھاتا ہو اور دوسرے معنی اوسپر پالٹیکس کا پردہ ڈالتے ہون - یہ مقام بہت باریک ہے اور شاعری کے حاصل شعرا در غائت فکر کا ماہو المطلوب اسی مقام کو سمجھنا چاہیئے - یہ مقام ایک ناظم کا مقام نہیں جو موزونیت طبع سے شعر موزون کرلیتا ہے - جیسے ایک عالم عام علوم کے ساتھ طب پڑھتا ہے لیکن حکیم عبد المجید خان اور شفاء الدولہ نہیں بن جاتا اور یہ اوراگ بھی عام نہیں بلکہ مبدء فیاض سے جس دماغ کو حقیقی فراست عنایت ہو اوسی کو شعر مین لا سکتا ہے

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خداے بخشندہ

وزارت کے عہدہ پر ہر شخص مامور ہو سکتا ہے لیکن ابو الفضل علامی گلیڈ اسٹون بسمارک - سالار جنگ - جعفر یحیٰ خالد نہیں ہو سکتا ہر کالج کا سکرٹری - سکرٹری کہلائے گا لیکن سر سید احمد خان - اور نواب محسن الملک کا دماغ کہان سے لائے گا ایسے ہی ہر شخص شاعر کہا جا سکتا ہے لیکن موضوعات اور محسوسات شاعری کے اقسام موثرات کو اوس طاقت سے زیادہ ظاہر نہیں کر سکتا جو اوسکے دل اور دماغ مین ہے تاہم جو مطالب عام شاعری کے دستور العمل اور ضابطہ کلی کے موافق بیان کئے جائین - اون سے بھی ایک قابل قدر دلچسپی کی رہنمائی ہوتی ہے جیسے کوئی عہدہ دار اپنے ضابطہ مقررہ کے موافق کام چلائے تو اوس سے کوئی خاص بلند خیالی ظاہر نہو لیکن عام بد نظمی اور بےضابطگی سے پاک ہوگا - کیونکہ شاعر کو شاعری کا سانچہ اور اوسکے اصول موضوعہ ہر طور پر معائب سے بچاتے اور حسن کلام کی راہ دکھاتے ہین - ہم دیکھتے ہین کہ ایک کیمسٹ گنگا کی

ریت سے سونا نکالتا اور نہایت حقیر چیزوں سے بڑے بڑے کام کی چیزین پیدا کرتا ہی۔ اسی طرح شاعری سے فایدہ اُٹھانے کے لئے ایک کیمسٹ کی نگاہ پیدا کرنا چاہیئے۔ ایشیائی شاعری ایک نہایت قابل قدر دفینہ ہی۔ جب اوس کو کھود کر عمیق نظر سے دیکھوگے تو اوس مین چاندی سونا ہیرا لال موتی وغیرہ طرح طرح کی قیمتی اور بیش بہا چیزین تمکو دستیاب ہونگی۔ اور جو ٹھیکریان ہونگی اون سے بھی سونے کے ذرات پیدا کر سکھوگے اور جو زمین اس سے خالی ہے وہ شاعری نہین ہے۔

حسن

او حسن عجیب چیز ہے تو | پیارا ہے تو عزیز ہے تو
خالق نے اثر دیا ہے تجھکو | نیرنگ سے بھر دیا ہے تجھکو

خدا اور بادشاہ کی طرح حسن بھی شاعری کا ایک زبردست عنصر ہے عشق و عاشقی کو اوسکے توابع مین سمجھنا چاہیئے جیسے شمع روشن ہوئی اور پروانے آموجود ہوئے۔ اور مظاہر حسن اور مناظر حسن لاتعدد و لاتحصیٰ ہین جو جسکو بھاے اور جہان جس کا دل لگ جائے اسمین مدرکات روحانی اور محسوسات جسمانی دونو کو دخل ہے۔ اور خدا اور بادشاہ دونو کے انوار و اسرار کے رموز و دقائق کا لحاظ کیا جاتا ہے اور وہی نسبتین اس کے لئے پیدا کی جاتی ہین۔ حسن کے لئے ایک خاص پالٹیکس ہے جو ہر وقت عاشق و معشوق کے درمیان اپنے جذبات باطنی اور کیفیات طبعی کے اظہار کو کام مین لایا جاتا ہے۔ وہی اسرار۔ وہی انوار۔ وہی راز۔ وہی نیاز۔ وہی داب۔ وہی آداب۔ ایک دوسری صورت مین نمایان ہوتے ہین۔ اور خدا کی مناجات اور بادشاہ کے قصیدہ کی طرح یہان غزل سے کام لیا جاتا ہے۔ غزل کے معنی کیا ہین۔ سخن با محبوب گفتن۔

جناب نواب عماد الملک مولانا سید حسین صاحب بلگرامی نے علیگڈہ کالج مین جو اسپیچ کہی وہ

مقصود شاعری کا اصلی جوہر ہے اور وہ اسپیچ اخبار البشیر اٹاوہ ۲۶ مارچ سنہ ۱۹ء مین چھاپی گئی ہے۔ اوس مین عالی دماغ اسپیکر نے حسن کی نسبت فرمایا ہے۔

ہسم نے یونانیون سے سب کچھ حاصل کیا مگر سب سے زیادہ بیش قیمت چیز کو چھوڑ دیا ہسم مین اوس یونانی روح کا نام ونشان نہین پایا جاتا جو موجودہ زمانہ کی نئی زندگی اور تعلیم وتربیت کی رگ وپے مین اس طور سے سمائی ہوئی ہے جیسے گلاب کے پھول مین خوشبو۔ موجودہ علم اخلاق یونان کی حسن پرستی کا ایسا ممنون ہے جیسا کہ دیگر علوم کا جو براہ راست اخلاق پر اثر ڈالتے ہین کیونکہ نیکی اور حسن مین بہت گہرا لگاؤ ہے اور ہسم اوس سے واقف نہین وہ تربیت یافتہ اور فارغ البال زندگانی جو فنون لطیفہ مثل علم البیان اور تعاقب حسن (خواہ کسی صورت مین ہو) کا ثمرہ ہی۔ ہم مین بالکل معدوم ہے۔

اس اسپیچ کی معنوی توضیح کے سمجھنے کو کوئی خاص کتاب ہمارے سامنے نہین لیکن میرا خیال ہی کہ اگر اس خیال کے ماخذ کا پتا لگایا جاسے تو ایشیائی شاعری سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے جس سے نثر کے مجامیع خالی ہونگے۔ ہان ایک مذاق سلیم کے موافق انتخاب اور اقتباس کی ضرورت ہے اور نیز یہ کہ اون اشعار پر جدید مذاق کے موافق حکیمانہ توضیحات کا حاشیہ چڑہایا جائے جیسا کہ سرسید نے بعض لٹریچر کے معنوی مقاصد کو دوسرے قالب مین لاکر مذاق جدید کے موافق بنانے مین کوشش کی ہے اور وہ کوشش ایک خاص حد تک مقبول عام ہوئی ہے۔

ملکات شاعری

ابتدا مین اکثر ایسا ہوتا ہی کہ شاعر کے دل پر مناظر حسن کی تجلیان اپنا اثر پیدا کرتی ہین۔ اور ایک شاعر تین صورتون مین اکتساب فن کرتا ہی۔ پہلے کتاب کے ذریعہ سے مشق سخن کرنا دوسرے کسی آشفتہ حال کے حالات رازداری پر مطلع ہوکر اونکو نظم کا لباس پنہانا تیسرے خود

روئے زیبا کا محو دیدار ہوکر اوس کے جذبات اور واقعات کو شعر مین ادا کرنا - ایسے ہی بادشاہ سے متعلق تین مقام ہین ایک سعدی کی گلستان یا اخلاق ناصری اور انوار سہیلی اور شاہنامہ پڑھکر اوس کی حقیقت کو سمجھنا - دوسرے درباری مذاق کو اہل دربار سے سنکر اوس کا چرچا اوتارنا - تیسرے خود دربار مین شریک ہوکر ہر چیز کو آنکھ سے دیکھنا اور ہر بات کو کان سے سننا اور پھر اوسکو شعر مین ادا کرنا اور بادشاہ سے اوپر خدا کے مقام معرفت کا اکتساب بھی تین ذریعہ سے حاصل ہوتا ہی ایک معرفت کی کتابون کو دیکھنے سے دوسرے کسی صوفی اور شیخ وقت سے اسرار باطنی کا علم حاصل ہوتا - تیسرے خود مقام معرفت تک پہونچکر شاعر بننا - اور شاعری تین قسم کی ملکات طبعی پر مشتمل ہے -

(۱) ابتدائی قسم کا ملکہ شاعری اون کیفیتون سے حاصل ہوتا ہی جو آنکھ ناک کان اور دوسرے ذرایعہ سے دل اور دماغ مین وارد ہوتے ہین - اور اون سے ایک قسم کے جذبات باطنی کا ہیجان ہوتا ہی - یہ وہ مقام ہی - جسکو مظاہر قدرت اور مناظر فطرت سے جیسے گل و بلبل - ریحان و سنبل - خط و خال حسن و جمال ظاہری سے دلچسپی یا دلبستگی ہے اس درجہ کے ممتاز لوگون مین میرزا صائب - علی حزین - اور اردو مین جناب داغ وغیرہ کے دیوان قابل ملاحظہ ہین -

(۲) دوسرے قسم کا ملکہ شاعری وہ ہے جو دماغ کی قوتون کے نتایج اور مدرکات حسیہ سے فرا غور استعداد پیدا ہوتا ہی - اس کا تعلق سلطنت کے اسرار اور پالٹیکس کے مفہومات سے وابستہ ہے اس درجہ کے لوگون مین حکیم خاقانی - فردوسی - میرزا غالب جیسے سخن طراز داخل ہین -

(۳) اور سب سے اعلی درجہ کا ملکہ شاعری جزو نبوت ہے - اور یہ وہ مقام ہے جہان انوار یزدانی اور اسرار ربانی کا القا اوسکے دل پر ہوتا ہی اور مبدء فیاض سے آپ ہی آپ اوسکے خیال کے متعلق حقائق کی جلوہ گری شروع ہوتی ہے - یہ مقام مولانا روم - حافظ شیراز

جیسے لوگون کا ہے -
یہہ تین کیفیتین ہین جو ایک شاعر کے دل اور دماغ اور اوس کی طبعی سرشت کے حسبِ استعداد وقابلیت اوس مین داخل ہوتی ہین اور باندازۂ فہم وقدرت اپنی دلی اور سنی سمجھی ہوئی باتکو شعر مین ادا کرنے سے لطف اوٹھاتا - اور دوسرون کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہی - اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک درجہ کا شاعر دوسرے درجہ مین رسائی حاصل کرلیتا ہی - اور کبھی اول درجہ کے لوگ نیچے درجون مین بات کرنے لگتے ہین - اور کبھی نیچے درجے والے بلند مقام مین سخن سرا ہوتے ہین - چنانچہ اردو مین میرزا غالب اور حضرت امیر مینائی کے کلام سے ہر طرح کا اقتباس کیا جاسکتا ہی - نظیر اکبرآبادی اور منیر شکوہ آبادی کے خیال پر اول درجہ کے مقامات کا سایہ پڑتا ہوا معلوم ہوتا ہی - ان تین حالتون کے بعد ایک کیفیت وہ ہی جو موزون طبعی یا کلام کو موزون کرلینے سے شاعرون کے ساتھ ملاتی ہے - جیسے مین خود ہون کہ مین نے دس ہزار شعر سے زیادہ موزون کئے ہونگے - لیکن اپنے آپ کو شاعر نہین کہہ سکتا اور ایسے موزون کلام متکلم کو صرف ناظم کہہ سکتے ہین - اگرچہ کبھی کبھی اس قسم کے لوگون کو بھی درجات شاعری سے کچھ حصہ مل رہتا ہی - لیکن اون کی عادت اوس پر جاری نہین اور نہ ملکات شاعری بطور عادت کے اون مین داخل ہوئے ہین -

اردو اور شاعری

افسوس بدنصیب اردو کو ملکات سہ گانہ شاعری اور اون تینون درجات سے جو اوپر مذکور ہوئے کسی ایک ملکہ راسخہ کی تعمیل وتکمیل کا موقع نہین ملا - نہ وہ طریقت حقیقت شریعت کے زینون پر چڑھی نہ اوس نے ملاء اعلی سے کوئی تعلق پیدا کیا - نہ اوس کو غزالی اور زمخشری جیسے ائمہ کلام سے مصافحہ کا اتفاق ہوا اور نہ اوس نے مولانا روم اور حافظ شیراز جیسے بہشتی طائرون کو زمزمہ سنج سنا - نہ مسجدون کی جماعت کا سین اوسکی نگاہ سے گزرا -

نہ وہ مندرون مین ناقوس برہمن کے نغمون کو پہچاننے والی ہوئی۔ خانقاہون کو اوس نے بالکل اُجاڑ پایا جہان اہل حال کی جگہ کھیپا یا بیلین اوڑتی نظر آئین۔ شاہی دربار تک اوس کی رسائی نہین ہوئی اور نہ بادشاہی رزم و بزم کی خدمات سے اوس کو ادائے فرایض کا موقع ملا یا یون کہو کہ اردو کے وقت مین وہ دربار ہی باقی نہ رہا جو ہر طرح کے ایشیائی مذاق کا معدن ہوتا۔

پس وہ دو نو اعلیٰ مقام تو یون نکل گئے۔ اب رہے صرف معشوق اور مناظر حسن وہ بھی اعلیٰ درجہ کے مناظر جو محلات شاہی سے متعلق ہین بدنصیب اردو کو دیکھنا نصیب نہوئے صرف بازاری معشوقون سے اردو کی سوسایٹی کو تعلق رہا۔

جو مناظر علاؤالدین غوری جیسے اولوالعزم بادشاہ کو دیکھنا نصیب نہوئے جن مناظر نے شاہنشاہ جہانگیر جیسے شاہنشاہ کو برسون اپنا مشتاق بنائے رکھا جو مناظر علی قلی اور عاقل خان جیسے بہادرون اور آشفتہ حالون کی زندگیون کا خاتمہ کرنے والے ہین۔ اون کی جگہ اردو کو دلی کے چاندنی چوک اکبرآباد کے کناری بازار لکھنؤ کے امین آباد۔ حیدرآباد کے چار مینار اور کلکتہ بمبئی کی سڑکون پر راستہ چلتے دو روپے کے معشوقون سے کام پڑا۔

قسمت کیا ہر چیز کو قسّام ازل نے ||| جو شخص جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا ||| غم ہمکو دیا سب مین جو مشکل نظر آیا

اس حالت مین طور کی تجلیان کہان سے پیدا ہون۔ اور معمولی پیرایۂ سخن کے سوائے اعلیٰ درجہ کی خودداری اور ادب کا کام کیا۔ جہان رقیبون مین تلوارون سے فیصلہ ہوتا تھا وہان لات جوتی سے کام لیا جاتا ہی۔ پس جو لوگ کہتے ہین اردو کی گندہ شاعری یا وہ اردو کو ایشیائی شاعری سے موسوم کرکے اوس کو نام دہرتے ہین اون کو شاعری کی جگہ سوسائٹی پہ جہاد کرنا چاہیئے اور اس کے ساتھ ہی اپنی جانب دیکھنا چاہیئے کہ اون کا طرز عمل کس حد تک قابل نکتہ چینی ہے لیکن یہ اعتراض قانون پر عاید نہین ہوسکتا۔ مثلاً سینکڑون مسلمان شراب پیتے اور فسق و فجور

ہین مبتلا نظر آتے ہین لیکن اس کے معنی یہ نہین ہو سکتے کہ مسلمانون کا قانون اور اونکا مذہب قابل ملامت ہے ویسے ہی اگر بعض لوگ شاعری کو ادب کے حدین پورا نہین کرتے تو وہ شاعری اور قانون شاعری کا قصور نہین - اور مین جہانتک غور کرتا ہون اس کا بڑا سبب ہماری مفتوحانہ حالات ارمردہ دلی اور سوسایٹی کی کس مپرسی اور نامقید حالتین ہین جو ادب کو بے ادبی کا مورد بنائے ہوئے ہین - اور دنیا مین کوئی قوم نہین پائجاتی جسکی شاعری بغیر فاتحانہ اثر کے ترقی اور اثر کا دلچسپ اور دل نشین نمونہ بنی ہو یا فاتحانہ حیثیت کے جاتے ہی اوس کے کمال پہ زوال نہ آیا ہو - تاریخ پتا بتاتی ہے کہ ہر قسم کی طبع آرائی کو وہ چیزین لازمی ہین - جو بغیر فاتحانہ حیثیت کے پیدا نہین ہو سکتین یونان مصر - شام - فارس شیراز - بخارا - سمرقند - بغداد وہی ہین اور اوسی نسل کے آدمی وہی کتابین پڑھتے اور اوسی آب و ہوا مین رہتے ہین - لیکن جدت خیال اور بلند پروازی کی وہ حالتین پائی نہین جاتین بخلاف ان کے جرمن - فرانس - انگلستان مین جہان فتوحات کے دروازے کشادہ ہین وہان خوش طبعی اور بلند پروازی کی شاعرانہ امنگین بھی ترقی پر ہین اور اقسام شاعری کے لئے ہر قسم کے نمونے سامنے ہین - میرے نزدیک اردو شاعری نے جو کچھ کیا اور جو کر رہی ہے - وہ بے انتہا قابل قدر ہے - یہ بات کہ اردو نے کیا کیا اور کیا کر رہی ہے اسکو دوسرے حصّہ مین بیان کرون گا - جس سے معلوم ہو کہ اردو نے اس گوشہ گزینی اور بوریا نشینی پہ ہر سہ ملکات شاعری کے اعلیٰ سے اعلیٰ نمونون کے مذاق کو کہانتک اوڑایا ہے جسکو دیکھکر دوسری زبانین انگشت بدندان ہون -

مخصصات شاعری

(۱) یجوز لشاعر مالا یجوز لغیرہٖ - یعنی جائز ہے شاعر کو جو دوسرے کو جائز نہین -

(۲) شاعر بادشاہ کو تو - تم سے مخاطب کر سکتا ہے - مگر نا شر کو اعلیٰ حضرت - خداوند نعمت

لکھنا ہوگا۔

(۳) روح کو نظم کا سننا نثر سے زیادہ پسند ہے۔

(۴) شعر کا اثر جانورون پر بھی ہوتا ہو ؎ اشتر بشعر عرب در حالت است و طرب۔

(۵) شعر کو موسیقی کے ساتھ ایسا ہی قریبی تعلق ہے جیسے حسن کو نیکی سے۔خوشبو کو باغ سے۔روشنی کو چراغ سے۔

(۶) شعر ایک سانچہ ہے۔جسمین بیڈول چیز نہین ڈہل سکتی نہ اوس کے ناپ تول مین فرق پڑسکتا ہے۔

(۷) ادب کے بہرنے کو نثر سے نظم کا ظرف زیادہ سمائی رکھتا ہے۔

(۸) صنایع شاعری ادا سے مطلب کو طرح طرح کے پردے ہین۔جن کے اندر شاہد معنی کو چھپایا جاتا ہے۔

(۹) سننے والے کے دل پر شعر کا اثر زیادہ ہوتا ہو۔اس لئے اصول شاعری سے معشوقون کے لئے غزل بادشاہ کے لئے قصیدہ اور درگاہ صمدیت کے لئے حمد و مناجات مین عرض مطلب کا ڈہنگ اختیار کیا۔

ہماری شاعری کی غزل قصیدہ۔مناقب۔مناجات کیا ہین۔ایشیائی مذاق کے موافق منظوم ایڈریس ہین۔جن کی غرض خدا۔بادشاہ۔معشوق۔پیر۔پیغمبر کی خوشنودی کو اپنی جانب مائل کرنا اور حسب رضا و مرضی کام نکالنا ہے۔

ہماری قوم مین جو گروہ مولوی کہلاتا ہو۔اس کے دماغ مین شاعری کا حصہ نہ آنے سے اون کے اذہان مین بلند پروازی کی قوت پیدا نہین ہوئی اور نعاقب حسن کا مذاق جس کا ذکر مولانا بلگرامی نے کیا ہے اون کے دماغون سے علاحدہ رہا۔مگر شاعری کی تہ مین اوسکی جھلک پائی جاتی ہے۔جو موجودہ شاعرون کے حسن مذاق کی تعریف نہین بلکہ خود شاعری کے حقیقی مذاق کی تعریف ہے۔جس سے شاعر کو خواہ مخواہ اوس دروازہ سے نکلنے کا اتفاق

ہوتا ہی - ہرچند ابھی اردو مین کوئی ایک شاعر ایسا نہین ہوا جسکے کلام کو ہم ایشیائی شاعری کا مکمل نمونہ کہہ سکین لیکن اگر ہم مختلف شاعرون کے کلام سے مختلف اشعار کا اقتباس کرین تو ہم ایشیائی مذاق شاعری کا مکمل نمونہ پیش کرسکتے ہین جسکو مغربی دنیا بھی واجب التعظیم سمجھے اور ایسے کئی نام لے سکتے ہین جنکی طبیعتین ہر قسم شاعری کے ملکات راسخہ کا مکمل نمونہ پیش کرسکتی ہین جسکو صحیح طور پر اصل کی نقل کہہ سکتے ہین

ہماری شاعری پر اعتراض

اعتراض کئی قسم کے ہو سکتے ہین ایک وہ جو اصول شاعری پر کیا جاے - دوسرے وہ جو کسی شاعر کے کلام پر وارد ہوتے ہین تیسرے وہ جو اوس شاعری کے مذاق سے متعلق ہو - آج کل دو قسم کے اعتراض پیش ہین ایک وہ جو عام شاعرون کی خردہ بینی سے واسطہ رکھتے ہین - جیسے ہمارے مخدوم احسان الہند مولانا شوکت اڈیٹر اخبار طوطی ہند میرٹھ نے عربی فارسی اردو کے سب شاعرون کے کلام پر قابلانہ اور فاضلانہ نکتہ چینی کا التزام کر رکھا ہے اور وہ ایسے ہی لوگون کے سزاوار ہوسکتا ہے - ؎

ہر کوہ نہ تابد این صدا را

اور سچ یہ ہے کہ مولانا شوکت نے رسالہ پروانہ اور اخبار طوطی ہند کے ذرائع سے جو کام کیا ہی وہ ہر شخص کا کام نہین ہوسکتا - اور اوس کا کوئی حصہ کسی کو ناگوار ہو - لیکن اون کی ژرف نگاہی خاص غور کے لائق ہے - دوسرے وہ اعتراض جو انگریزی کے نئے تعلیم یافتہ گریجویٹ ایشیائی شاعری کی نسبت بطور مطاعن کے پیش کرتے ہین - دران حالیکہ اونھون نے دونو زبانون کے مقال وخیال کے مذاق اور اونکے اسباب وعلل اور ہر ایک کے معانی ومبانی مین غور وخوض نہین کیا - اور یہ زیادہ تر قابل لحاظ ہین اسلئے مین بعض مشہور مطاعن کا جواب دیتا ہون -

طعنہ - ایشیائی شاعری (اردو) کے موضوعات کلام مین مفروضات سے کام لیا جاتا ہی

ایک شاعر فرضی عاشق بن جاتا ہے اور اپنے خاطر خواہ کسی کو فرضی معشوق بنا لیتا ہو۔

جواب

ایشیا کے طریق معاشرت اور مذاہب نے شاعری کو حد سے زیادہ آزاد ہونے کا موقع نہیں دیا۔ بلکہ اوس کو ایک سٹڈشین کا پابند رکھا ہے۔ اس لئے فرضی عاشق اور فرضی معشوق قرار دئے گئے اور دونامون سے عشقبازی کو پسند نہین کیا گیا۔ جب تک کہ لیلی مجنون۔ شیرین فرہاد۔ نَل دمن۔ وامق و عذرا۔ جیسے ہیرو زعلانیہ طور پر مبتلائے عشق نظر نہین آئے جن پر کسی طرح پردہ نہین ڈالا جا سکتا تھا۔ اور اون کے عشق کی سچائیون نے جذبات شہویّہ کے شرمناک اثر سے اون کو ہر طرح کے عیب سے بری ہونے کا سارٹیفکٹ دیدیا تھا۔ ہمارے یہان ایک عورت اپنے خاوند کا نام نہین لیتی اور نہ خاوند بی بی کا نام لیتا ہو اسی طرح عاشق و معشوق بھی کھلے نامون کو پسند نہین کرتے۔ اور ایک دوسرے کو اشارات ایہامی سے یاد کرتے ہین۔ جیسے وہ آئے تھے اونکی خبر نہین ملی۔ ایشیائی مذاق کا جاننے والا جان جاتا ہو کہ اس کا مخاطب صحیح کون ہے۔ اور یہ مذاق حیاء و ادب کے لحاظ سے نہایت قابل قدر ہے۔

طعنہ

ایشیائی شاعری مین جہان دیکھو گل و بلبل۔ جہان سنو شمع و پروانہ

جواب

جس ملک مین جو مناظر قدرت اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہین اور اوس ملک کا مذاق اونکو منتخب کر لیتا ہے وہی شاعری کے اجزا قرار پاتے ہین۔ ایک کو دوسرے کے مذاق پر نکتہ چینی کرنے کا حق نہین۔ دیکھو۔ انگلش مذاق زلف جانان کے بھورے بالون اور چشم یار کی نیلی پتلیون کو پسند کرتا ہو۔ لیکن ہمارے مذاق مین وہ خوش آیند نہین۔ چینی طبائع کو چشم محبوب کی تشبیہ ایک گول آنکھ کی مچھلی سے دینا پسند ہے مگر اردو مذاق اوس بساندا ور مچھلاندا ور

اوس گول گول آنکھ کی ترکیب کو چشم جانان کی نسبت تصور کرنے کا روادار نہین۔ عرب کے لئے
عرب کی اونٹنی کیسی عجیب معشوقہ ہی لیکن اگر ہمارے مخدوم و مکرم مولانا شبلی صاحب نعمانی سابق
پروفیسر عربی مدرسۃ العلوم علیگڈہ حال ناظم دینیات حیدرآباد و سکرٹری کمیٹی اصلاح و ترقی اُردو
اوس عربی اونٹنی کو جناب فصیح الملک نواب میرزا خان صاحب داغ اوستاد اعلی حضرت خلداللہ
ملکہ یا مولانا حالی مدظلہ العالی کے دروازہ پر چہوڑ آئین تو اون کو اردو مین باندہنا مشکل ہوگا۔
اور وہ ہندوستان کے ہرن کے بدلے عرب کی اونٹنی کا لینا پسند نہ فرمائین گے۔
دیگر علی ہذا القیاس۔ اب رہی یہ بات کہ گل و بلبل اور شمع و پروانہ کو خصوصیت کیون ہے
اوس کی صورت یہ ہی کہ ایشیا مین حیا و ادب کو مذہب اور معاشرت مین دخل عظیم رہا ہے۔
اس لئے اوس نے ناموں کا لکہنا اصولاً پسند نہین کیا اور یہ دو تو چیزین ایسی ہین جو عام طور سے
دیکھی اور دکھائی جا سکتی ہین۔ اور وہ متعلم کے لئے عشق و حسن کے جذبات اور ہر طرح کی تعلیم کا
آسان نمونہ بن سکتی ہین۔ جس سے بہتر انتخاب نہین ہو سکتا ہے

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران ۔۔۔ گفتہ آید در حدیث دیگران

طعنہ

ایشیائی شاعری نے جہوٹے قصے تراشے اور دور از کار باتین بنائی ہین۔ کوئی دیو و پری
کا افسانہ کہہ رہا ہے۔ کسی نے دیو کی تعریف کی تو ایسی کہ اوس کا سر مشرق مین ہے اور
پانوں مغرب مین۔ اور ایک پیر جنوب مین ہے تو دوسرا شمال مین۔ کسی نے لکہا ہی کہ صبح کو دریا
مین غوطہ لگایا تو مرد ہو گیا۔ اور شام کو غوطہ لگایا تو عورت بن گیا۔ کوئی کہتا ہی کہ فلان باولی مین پریان
رہتی تہین کوئی سبز پری تہی کوئی سرخ پری۔ کہین لال دیو نکلا۔ کہین کالا دیو۔ بہلا یہ
باتین قیاس مین آنے کی باتین ہین۔ ان پر انگلش سوسائٹی کے نوجوان جو نیچرل سنیریوں کے
شیفتہ ہین خندہ زن نہون تو کیا ہو۔

جواب ٭ کس زبانِ مرا نمے فہمد ٭ بعزیزان چہ التماس کنم ٭

واقعی آپ کا کہنا آپ کی سمجھ کے موافق ٹھیک ہو اور ایسا کہنا اس لئے ہے کہ آپ نے ایشیائی شاعری کے مذاق اور اوس کے اصول معانی کو دریافت نہین کر پایا۔ ورنہ ہم سے زیادہ آپ اوس کے شیفتہ نظر آتے۔ اور جیسے میر غلام علی آزاد بلگرامی نے ایشیائی استعارات کو اپنے عربی کے دیوان سبحۃ المرجان مین خرچ کیا جسکو دیکھکر شعراء عرب مرحبا کہتے ہین ویسے ہی آپ اِن استعارات کو انگریزی مین لیجاکر یہ تحفہ انگلستان کی نذر کرتے تو آپ کا خاص یادگار ہوتا۔ عزیزو یہ زمانے کی خوبی اور شاعری کی بدنصیبی ہے کہ شاعری کا اعلیٰ سے اعلیٰ مذاق یون مطعون ہو رہا ہے۔ کسی قوم کا جب زمانہ خراب ہوتا ہی تو اوس کے تمام محاسن عیوب سے بدتر ہو جاتے ہین۔ اور جیسے کسی آدمی کے مرنے سے پہلے اوس کی آواز پر ایک خاص مردنی کی علامت محسوس ہونے لگتی ہے ویسے ہی کسی قوم کے مرنے سے پہلے اوس کا ادب مرنے کی علامتین ظاہر کرتا ہے۔ اور سخن جو ہر زندہ آدمی کے جینے کی پہچان ہے۔ اوس مین ایک لازمی تغیر نظر آتا ہی۔ یہان تک کہ جب زبان بند ہو جاتی ہو تو اوس کے مرنے مین شبہ نہین رہتا اگرچہ بعض سکتہ کی حالتین کچھ دیر کے لئے اوس کی زندگی کا آسرا دینے یا اوس کی زندگی کو قایم رکھنے والی ہون۔ پس اگر تم اپنی زندگی کی علامت (زبان ادب شاعری) کو قایم رکھنا چاہتے ہو تو بقاے سخن سے اپنی زندگی کا منصوبہ باندھو ورنہ اپنی ایشیائی زندگی سے ہاتھ دہو و اور دوسرے جسم مین جنم لینے کے لئے راضی ہو۔

• دوستو۔ مین نے ایک رسالہ ایشیائی شاعری کے مذاق خاص اور اوس کے اصول کی فلاسفی پر لکھا ہی۔ اوس مین تفصیلاً ایسے خیالات کا ذکر کیا ہے اور یہان اجمالاً اون کو نقل کرتا ہون واضح ہو کہ ایشیائی شاعری نے جہوٹے قصے نہین تراشے۔ ہماری شاعری کے اصول مین جہوٹ بولنا بدترین گناہ سمجھا گیا ہے۔ اور جہوٹ نہ بولنے کے لئے دوسری تدبیرین اختیار کی ہین جسکو مین آگے چلکر بیان کرون گا ہان فرضی قصے ضرور بنائے ہین۔ اور دوراز کار باتین جان بوجھ کر بنائی ہین۔ جیسے فرانس کے شاہنشاہ نپولین نے فرنچ ڈکشنری سے ناممکن کا لفظ نکلوا دیا تہا

تاکہ بڑے سے بڑا خیال ناممکن نہ سمجھا جائے اور وہ دوراز کار باتین اس لئے بنائی ہین کہ اونکے سمجھنے مین دماغ پر زور پڑے اور اوس سے عقل کی روشنی ترقی کرے - اور اون کے پڑھنے مین وہ لطف اور دلچسپی حاصل ہو جو اون کو لازمی طور سے اوسطرف متوجہ رکھے - مین اون مین الف لیلہ بوستان خیال کے نام خاص طور سے لے سکتا ہون - اور دیو و پری کے افسانے بہت صحیح لکھے گئے ہین - اور وہ سب استعارات ہین - اور جو بات خود مفروضات کہکر پیش کی گئی ہو اوس کو واقعہ سمجھنا بجاے خود عقل کا قصور ہے -

جناب والا - وہ دیو آفتاب ہے جس کا سر مشرق اور پانوئن مغرب مین ہین اور ایک پیر جنوب مین اور دوسرا شمال مین ہے - اور جب صبح کو غوطہ لگایا تو مذکر کی علامت پائی یعنی دن ہوا - اور جب شام کو غوطہ لگایا تو مؤنث کی علامت پائی یعنی رات ہوئی - اور پریون سے مراد ہر قسم کے جانوران خوش رنگ و خوش مذاق سے ہے - دن کا استعارہ لال دیو سے اور رات کا سیاہ دیو سے کیا گیا ہے - چنانچہ مین نے اس مذاق کے متعلق شہد کی مکھی اور شمع و پروانہ کی نسبت دو نظمین لکھی ہین - سرسری طور سے پڑھنے مین ایک دوراز کار افسانہ اور بنائی ہوئی بات معلوم ہوتی ہین - لیکن آخر مین جب اوس راز کو بتادیا گیا ہے اور اوس کے موافق ہر استعارہ کی مطابقت کی جائے تو ایک خاص دلچسپی حاصل ہوتی ہے اور پڑھنے والے کے ذہن کو معنی فہمی کی جانب خاص دلچسپی سے مائل کرنا اوس کا لازمی اثر ہے - ایسے ہی ہمارے مخدوم اور مشہور فاضل جناب شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی فیلوز یونیورسٹی الہ آباد نے جنکی حکیمانہ اور عالمانہ تصنیفات نے زمانہ حال کے نامور مصنفون مین سب سے زیادہ اردو کے لئے علمی سرمایہ جمع کیا ہے - ایک علمی اندر سبھا یا طبعیات کا پرستان بنایا ہے جسمین آفتاب کو اندر اور اوس کی شعاعون کو پریان بناکر اون کے وہ عجیب وغریب اور حیرت انگیز افعال دکھائے ہین - جس سے بے اختیار دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور کتاب کو تمام کئے بغیر دل نہین مانتا - یہ کتاب نئے گریجوئیٹون پر ایشیائی مذاق کا قابل قدر راشہ

ڈالنے مین اپنی وضع کی پہلی کتاب ہو - جناب شمس العلما ڈاکٹر مولانا نذیر احمد صاحب - ایل ایل ڈی کے طرز بیان مین بھی لطیف استعارات کی رنگینی خاص قبولیت اور عام دلچسپی رکھتی ہو - اگر اون کے بیان سے اس مذاق کا حصہ نکال لیا جائے - تو کبھی یہ لطف باقی نہین رہ سکتا - دیکھو اسی سال ۱۹۰۶ء کے جلسہ لاہور مین جو لکچر انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے پر دیا ہو - اوس کے استعارات نے ایک تیرہ سو برس کے خشک مضمون کو کیسا دلچسپ بنا دیا ہو - جو اردو کا لائق تلاوت قرآن بن رہا ہے - سید احمد خان نے استعارات کی دلچسپ سوشگافیون سے اپنے کلام مین جو حسن قبول پیدا کیا وہ اون کا اور اون کی ادب فہمی کا حصہ مانا جاتا ہو - اگرچہ وہ مذاق شاعری کی حد سے باہر علماے کبار کے حد ادب مین منشا حقیقی کے موافق مانا نہ جائے -

عزیزو - اولڈ فیشن والون کے پاس تو وہ عینکین نہین جن سے سمندر پار کی صورتین نظر آئین - لیکن تمھارے دماغون سے امید کی جا سکتی ہے کہ تم اپنے ایشیائی دفینہ کو معلوم کرو اور اوس ذخیرہ پر فلسفیانہ نگاہ ڈالو اور ایک ایک بات کے معانی دسیانی پر غور کر کے ایک مفید اور قابل قدر نمایش دکھاؤ اور ہر خیال اور ہر مذاق کے اسباب و علل دریافت کر کے اوپر جدید فلاسفی کا حاشیہ چڑھاؤ تاکہ اخبارات اور مطابع کو بھی اوس رہنمائی سے کتابون پر ریویو کرنے اور تقریظین لکھنے کی راہ نکلے اور وہ جواہرات جو سینکڑون من مٹی کے نیچے دبے پڑے ہین - وہ جلائے تازہ حاصل کرین - اور مغربی دنیا کو تم ایشیا کے نہایت دلچسپ سوشرات اور ایشیائی سوسائٹی کے قابل قدر مذاق سے آگاہ کرنے والے ہو -

اردو شاعری اور انگلستان

ہم نے اس کتاب مین اپنی اپنی جگہ پر عربی - فارسی - سنسکرت کی کتابون کا

برٹش میوزیم اور اکسفورڈ اور کیمبرج کے کتب خانون مین پتا بتایا ہی - اوسکو دیکھکر
آپ خیال کرینگے کہ کیا وہان کے کتب خانون مین ہماری اردو کا بھی پتا ہی یا نہین -
مین کہتا ہون کہ ہے لیکن بہت شرمناک اور افسوسناک - اوس کی صورت یہ ہی کہ
ایسٹ انڈیہ کمپنی کے زمانے مین میرزا رفیع السودا - اور نظیر اکبر آبادی کے بھیجے گئے
ہین - اور ظفر شاہ خاتم سلاطین مغلیہ دہلی اور واجد علی شاہ خاتم تاجداران لکھنو کے
دیوان بھی ارسال ہوئے ہین - ان کے علاوہ حیدر آباد کی بی چندہ طوائف کا دیوان
صاحب رزیڈنٹ کی معرفت ارسال ہوا ہی - مگر ان سب کی شاعری مین کوئی نکوئی
بات ایسی ہی جو مغربی مذاق مین پسند ہونے کے لائق نہین اور وہ صرف مشرقی
سوسائٹی کی محرمیت مین دیکھی جا سکتی ہی - یا بعض اشعار کم سے کم شاعری کے درجات
کمال مین دکھانے کے لائق نہین - اور بڑے تعجب کی بات ہی کہ اکثر ہندوستانی
اصحاب جو اردو بولتے اور اردو مین قابلانہ دستگاہ رکھتے ہین وہان تشریف رکھتے
یا مختلف ضرورتون سے تشریف لیجاتے ہین لیکن اب تک اکسفورڈ اور کیمبرج مین
اردو کو نمایان کرنے کا کوئی قابل قدر انتظام نہین ہوا - ہمارے نزدیک علیگڈھ
کالج اور اردو کی کمیٹی کو خاص ضرورت اس کی ہے کہ وہ اردو کی ترجمہ شدہ اور تصنیف
و تالیف شدہ ہر قسم کی پسندیدہ اور قابل قدر کتابون اور شاعری اور ادب کے
مخصوص دواوین اور منشآت کا ایک ذخیرہ فراہم کرکے اور نہایت عمدہ جلد بندی
وغیرہ سے مرتب کرکر ایک ایک صندوق اکسفورڈ اور کیمبرج کو روانہ کردے - اور اگر
اسباب مین خاص مطابع اور خاص طبائع اپنی ذاتی فیاضی اور کوشش سے کام لین
تو اپنی زبان کا ایک حق ادا کرنیوالے ہونگے -

حسن بیان

جیسے زبان نیچر کا معجزہ ہے - ویسے ہی حسن بیان آدمی کا چلتا ہوا جادو ہے -

مسلمانون کی آسمانی کتاب جسکی فصاحتون اور بلاغتون کو لاثانی تسلیم کیا گیا ہی اوس کے پڑہنے کو بھی قرأت اور الحان کی ضرورت سمجھی گئی ہی اور جسکو یہ بات حاصل نہین اوسکو پسند نہین کیا جاتا ؎

گر تو قرآن بدین نمط خوانی　　　ببری رونق مسلمانی

موسیقی کا جاننے والا کیسا ہی صاحب کمال ہو لیکن وہ اچھی آواز اور موسیقی کے نغمون اور زمزمون کو خوش ادائی سے ادا کرنے کی لیاقت نہین رکہتا تو سننے والے کو اوسکی حرام ہونے مین دلیل کی ضرورت نہین ہوتی - یورپ مین پرنس بسمارک اور گلیڈ اسٹون کی اسپیچون کو اون کا حسن بیان خاص طور سے چمکا دیتا تہا - شمس العلما مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی کی تقریر مین حسن بیان کا حصہ سامعین کو خاص طور سے اونکی تقریر سننے کا مشتاق بنائے رکہتا ہے - میرانیس اور میرنفیس اور میرزا دبیر اور میرزا اوج کے سننے کو ہزارون آدمی اون کے شیفتہ پائے گئے - خوش بیان خطیب اور واعظ کے وعظ و خطبہ سننے کی نسبت خاص رجحان ظاہر کیا جاتا ہے ویسے ہی شاعر کو حسن بیان کی خاص ضرورت ہے جو اوس کے کلام کو خاص دلچسپی سے سنا جائے - اور اسی لئے موسیقی کو شاعری کی سواری بنایا گیا ہے اور آپ تہوڑے غور مین تمیز کر سکتے ہین کہ آپ نے جو اشعار کسی خوش بیان کی زبان سے سنے یا کوئی غزل کسی خوش آواز گانے والے کے ذریعہ سے آپ کے کانون مین پڑ گئی اوس کا لطف مستزاد حاصل ہوا ہوگا -

مشرق اور مغرب

جب خدا کسی قوم کو اقبالمند کرتا ہے تو وہ اپنی برائیون کے چہوڑنے اور دوسرون کی بہلائیون کے اقتباس مین کوشش کرتی ہے ؎

متاعِ نیک ہر دو کان کہ باشد

اور جب کوئی قوم ادبار مین مبتلا ہوتی ہے تو وہ دوسرون کی برائیان قبول کرتی - اور اوس کو اپنی بھلائیون کا احساس نہین ہوتا - اور اوس سے اچھے بُرے مین غور و خوض کی عادت چھٹ جاتی ہے - اس کا کھلا ہوا ثبوت ہمکو اپنے اور اقبالمندان مغرب کی بات بات سے ملتا ہے - اور ہر باب مین وہ فائدہ کی طرف اور ہم نقصان کی سمت جاتے معلوم ہوتے ہین -

اسی طرح جب کوئی قوم فاتحانہ اولوالعزمی کے ساتھ ترقی کرنا شروع کرتی ہے تو وہ آگے چلکر اوس فاتحانہ ترقیات کا مزا اُٹھانا چاہتی ہے - بڑے بڑے باغ لگائے جاتے ہین - اور اوس مین طرح طرح کے خوشنوا طیور چھوڑے جاتے ہین - بڑے بڑے محل بنائے جاتے ہین - اور اون کو ہر طرح کے فرنیچر سے آراستہ کیا جاتا ہے اور طرح طرح کے علماء اور فضلا اور حکیم و ندیم اون محلون کے دربار و مجالس کا سرمایۂ فخر و ناز بنتے ہین - اور شاہی دربار کی دلچسپی اور رونق کے سامان ہونا شروع ہوتے ہین - ان مین موسیقی اور شاعری کو خاص دخل ہے - کوئی قوم ایسی نہ پائی جائے گی جس نے ترقی کی حالت موسیقی اور شاعری کو اپنا جلیس و ہمدم نہ بنایا ہو - خصوصاً ایشیا نے ہزارون برس اس شغل مین وہ اعلیٰ مذاق پیدا کیا ہے جس کے بگڑے ہوئے نشان اب بھی تمام دنیا کی موسیقی اور شاعری سے بلند تر پائے جاتے ہین پھر جب اوس قوم کا اقبال گرنا شروع ہوتا ہے تو جیسے ایک آدمی کے مرنے سے پہلے اوس کی زبان کا بند ہونا لازمی پایا جاتا ہے - ویسے ہی قوم کے مرنے سے پہلے اوس کی زبان اور اوس کا ادب بحس ہونا شروع ہوتا ہے - اور اوس کے مذاق کا ٹمپیچر اعلیٰ سے اسفل کی جانب اُترنا قبول کرتا ہے - اور ابتداء مین کچھ لوگ ایسے پیدا ہوتے ہین جو اعلیٰ درجہ کے گزشتہ لوگون کی تقلید کرتے اور نقل اوتارتے یا اونکے

۶۲۰۹۱۲

خیال و مقال مین کی ادر بیشی کر کے کام نکالتے ہین - جسکو ایک زندہ آدمی کا مردہ جسم کہہ سکتے ہین - پہر تیسرا درا اوس مردہ جسم کی تصویر ہوتا ہی جس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہی کہ یہ تصویر فلان شخص کی ہے لیکن اوس سے اوسکے اوصاف کمال کی امید نہین کی جا سکتی - یہی حال ہماری ایشیائی شاعری کا ہے - اور جو ہماری قوم کے انگلش تعلیم یافتہ یا ہندوستان کی دوسری قومون کے گریجویٹ خیال کرتے ہین کہ مغربی لٹریچر کی سنیریان اور اوس کا طرز ادا اوس کا حصہ ہی - اور وہ گہر سے نکلکر ایک پہول کے درخت پر شام کو چڑیون کا چہکنا یا پہولون کا لٹکنا پتون کا ہلنا اور سمندر کی لہرون مین زبان کی خوبی اور جسکو شاعر اور ادیب کے اوج خیال سے تعلق ہین - یہہ صرف مقال کی دلچسپی ہے - جیسے موسیقی مین دادرہ جو خواہ مخواہ اچہا معلوم ہوتا اور مگر اوسکو ٹپہ خیال دہرپد جیسے اعلی موسیقی سے واسطہ نہین - وہی حال مغربی مقالات کی دلچسپی اور مشرقی خیالات کی گہرائی کا ہے -

آور ہمارا موجودہ زمانہ بجز اس کے کہ جنگل پہاڑ دریا سمندر دہوپ - چاندنی اور نیچر کی عام چیزون سے دلچسپی حاصل کرے اوس کو وہ مقامات کہان نصیب - جو کسی قوم کو سینکڑون ہزارون برس کی ترقی کرنے کے بعد نصیب ہوتے ہین - اور یا اون کو اس کے مذاق خاص سے تعلق رہا ہے -

مثلاً ایک بادشاہی دربار کے لئے اتنے آداب مقرر ہین - جو ایک بڑی کتاب مین سما سکتے ہین - اور ہر مقام کے مناسب حال القاب اور آداب اور الفاظ کا لانا ضرور ہے - لیکن اب زمانہ نے سب سے ترک تعلق کرکے ایک حضرت سلامت - پیارے دوست - مائی ڈیر - کو سرمایہ ادب فرض کر لیاہی - اور اوس کے ساتہہ اس کو اچہا بہی جانتا ہے - جو صرف ادب کے نہ جاننے کی وجہ سے ہے اور اوس کا نہ جاننا اس لئے ہے کہ ضرورت نہین +

شاعری کی اجمالی کیفیت

(۱) جب ہم باغ مین جاتے ہین تو آبجو کی روانی - سرو و شمشاد کی خوش قامتی - بلبل کی نغمہ سرائی - کویل کی کوکو - فاختہ کی حق سرہو - گل و لالہ کے تختے - چمیلی اور بیلے کے پھول - نسیم سحری کے ہلکے ہلکے جھونکے مجموعی طور سے ہمارے دل پر ایسا اثر کرتے ہین کہ کوئی باطنی قوت جوش مین آتی ہے اور ہمپر ایک نئی حالت طاری ہو جاتی ہے - جب ہم سمندر کے کنارے پر کھڑے ہوتے ہین تو پانی کی لہرون کا تموج اور دریائی جانورون کا تیرنا جہازون اور کشتیون کا ادہر ادہر چلنا پہرنا دل پر ایک فوری اثر پیدا کر دیتا ہی - جب ہم کسی گانون مین جاتے ہین تو سبز سبز کہیت باغ - تالاب - میدان - جنگل اور پہاڑ کی چوٹیون کا نظارہ ایک جدید اور محسوس ہونے والا اثر پیدا کر دیتا ہے - یہ قوت روحانی ہر موقع پر قدرتی نظارون کا اثر محسوس کرنے کے بعد ایک قسم کا جوش پیدا کرتی ہے اور بیساختگی کے ساتھ زبان سے کچھ نہ کچھ الفاظ نکلوا دیتی ہے - جو اثر مین ڈوبے ہوے اور تاثیر سے لبریز ہوتے ہین -

(۲) اسی طرح بزم رزم - خلوت - جلوت - رفتار گفتار کا فوٹو لینا شاعری کا کام ہے - جو اوس ملک یا قوم کے مذاق کے حسب حال تیار ہوتا ہی

(۳) ہم دیکھتے ہین کہ جو شخص یک چشم (کانا) ہوتا ہی اوس کی صورت دیکھنے سے ہمارا نظارہ خوش نہین ہوتا - جس مکان کے دروازہ پر چوکھٹ کے ایک جانب طاق ہو اور دوسری جانب سنو تو اوس کا معائنہ خوشگوار نہین ہوتا - ہم اپنے کمرہ کا دروازہ بناتے ہین تو دروازہ کی ڈاٹ کے دونو قوس ٹھیک مساوی رکھتے ہین اگر بال برابر کا فرق ہو جائے تو کمرہ خراب معلوم ہوتا ہی - دور کیون جاتے ہو آدمی ہی کو دیکھو کہ سر سے لیکر پیر تک دونو جانب ایک عضو کا جواب دوسرا عضو ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ انسان کی روح مین ایک قوت ہی جو موزونیت اور لطافت خواہ برابر کی دو چیزون یا ایک چیز کے دو حصون کی مساوات

اور باقاعدگی کو پسند کرتی ہے اور اسی کو نظم پسندی کی قوت سمجھنا چاہیئے۔
(۴) ہم دنیا مین دو ہی قسم کی چیزین دیکھتے ہین ایک قدرتی جیسے درخت پہاڑ۔ دریا بادل ستارے۔ انسان۔ حیوان وغیرہ دوسرے وہ چیزین جن مین انسانی صنعت کو دخل ہے جیسے مکان۔ صندوق۔ قلمدان۔ ٹوپی۔ لیمپ۔ قالین وغیرہ اوران دونون کے دیکھنے سے ہماری جو قوت مناسبت اور موزونیت کا اندازہ کرتی ہے اوسی کو ہم شاعری کے نام سے موسوم کرنا چاہتے ہین۔
(۵) شاعری کا درجہ نظم سے بالاتر ہے۔ نظم ایک معمولی بات ہو اور شاعری حکیم کے غور کا نتیجہ اور نکتۂ حکمت۔
(۶) شاعر کے حواس ظاہری اور باطنی عام لوگون کے مقابلہ مین زیادہ قوی ہوتے ہین اور سب سے زیادہ کیفیات اور تاثرات کے ادراک کی قوت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ شاعر چیزون کو جس نگاہ سے دیکھتا ہے عوام ہرگز نہین دیکھ سکتے۔ شاعر چیزون کے اصلی حسن وجمال پر جس طرح نظر کرتا ہے عوام ہرگز نہین کرسکتے۔ جیسے ایک نقاش اور فوٹوگرافر کسی مکان کے نقشہ اور کسی صورت کی تصویر مین جو باریک لطائف دریافت کرسکتے۔ اور انکو بیساختگی سے اونکے اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے وہ دوسرے کو نہین ہوسکتی۔ سادہ کار کی مثال ناظم کی ہے جو چاندی کے پتر پر نہایت نازک نقاشی کرتا اور ایک چیز کو نہایت سادگی اور صفائی سے بناتا ہے اور شاعر کی مثال اعلیٰ درجہ کے جڑئیے سے دیجا سکتی ہے جو سونے کا زیور بنانے کو اونکے تھیو سے بناتا گھاٹ درست کرتا اور ایک ایک نگینہ کو مناسب مقام جڑتا ہے جس کا مال سادہ کار کے مال سے زیادہ قیمتی اور اوس کا کام سادہ کار کے کام سے زیادہ قابل قدر ہے۔ دوسری مثال نظم اور شاعری کی مومی موتیون اور سچے موتیون سے دیجا سکتی ہے۔ مومی موتی معمولی تمیز سے ایک ڈورے مین پروئے جا سکتے ہین لیکن سچے موتیون کو قرینہ سے درجہ بدرجہ بٹھانے اور اونکو سلک مسلسل مین پرونے کا کام خاص

جوہری کا ہے جو معمولی نگاہ اور معمولی سلیقہ سے سرانجام نہین پاسکتا۔

(۷) جیسے کسی بری اور بدشکل تصویر کا اثر مصوری پر نہین پڑ سکتا بلکہ مصور کا بھونڈاپن کہا جاسکتا۔ یا خود اوس صورت کی کراہت سے علاقہ رکھتا ہے۔ ویسے ہی اگر آج کل ہم سے اچھے شعر نہین کہے جاتے یا اچھے شعر کہنے کے مناسب حال سامان ہم کو میّسر نہین تو اس کے معنی یہ نہین ہو سکتے کہ شاعری ہم کو شرمندہ اور گنہگار کر رہی ہے بلکہ اس کے معنی یون کہنا چاہیئے کہ ہم شاعری کو شرمندہ اور گنہگار کر رہے ہین

شاعری کو مذاق سلیم کی ضرورت

جیسے حسن کے دیکھنے کو اچھی آنکھون کی ضرورت ہے ویسے ہی شاعری کو مذاق سلیم کی ضرورت ہے۔ جیسے ایک اندھا آئینہ اچھی صورت کو نہین دکھا سکتا ویسے ہی ایک بھدّا مذاق شاعری کی لطافتون اور اوس کے حسن معانی کو نہین دریافت کرسکتا۔ دلّی اور لکھنو کی تاج محل یا خاقان بیگم اور امریکہ اور پیرس کے شاہی خاندان کی لیڈی جو اپنی ہمجولیون کے ساتھ مصروف خرام ہون تو اون کے شکوہ و تبختر کا اہتمام کرنا۔ اور اوس شاہی وقار و امتیاز کی داد دینا معمولی نگاہ کا کام نہین ویسے ہی شاعری کے شان و شکوہ اور اوس کے لطائف حسن کو ہر شخص نہین سمجھ سکتا۔ موسیقی کے اعلیٰ مقامات ہر نغمہ خوان کی سمجھ مین نہین آسکتے۔ اور نہ اوس کی بے شعوری اور بے علمی اوسکو اون لذتون سے متلذذ کرسکتی ہے۔

مذاق سلیم کی تعریف یہ ہوسکتی ہے کہ وہ قدرت اور صنعت کے محاسن سے خوشی حاصل کرنے کا ایک خاص ذریعہ یا خاص قوت ہے۔ جسکو اوراک بھی کہتے ہین لیکن مذاق سلیم اور ادراک مین ایک نازک امتیاز ہے جسکی نسبت انگلش لٹریچر مین موشگافیان کیگئی ہین۔ جیسے طبیعت محض ایک شے کے سمجھنے یا نتیجہ نکالنے سے ایک خوبصورت منظر دیکھکر یا

ایک عمدہ نظم پڑھکر خوش نہین ہوسکتی۔ ایسی چیزین لسبا اوقات اپنے آپ ہمارے دل پر اثر کرتی ہین اور اوس حالت مین کرتی ہین جب ہم اپنی خوشی کی کوئی وجہ نہین بیان کرسکتے بعض اوقات وہ ایک فلسفی اور ایک کسان ایک بچے اور ایک جوان پر یکسان اثر کرتی ہین پس جس قوت سے ہم ان محاسن کا لطف اوٹھاتے ہین وہ ادراک کی بہ نسبت حس باطنی سے زیادہ متعلق معلوم ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اوس نے ایک خارجی حس سے اپنا نام مستعار لیا ہے۔ جس قوت سے ہم طعام کی لذتین حاصل کرتے ہین اوس نے مختلف زبانون مین لفظ مذاق (ذائقہ) کو اوس مجازی معنی مین پیدا کردیا ہو۔ جسپر اب ہم غور کر رہے ہین مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ ادراک مساعی کے مذاق سے بالکل خارج ہے۔

جس اصطلاح مین ہم نے مذاق کو بیان کیا ہے اوس مین مذاق ایک ایسی قوت ہو جو ایک گونہ کل آدمیون مین مشترک ہے۔

انسانی سرشت مین حسن کی لذت سے ہر ایک واقف ہے۔ حسن کی بھی کوئی قید نہین کسی قسم کا ہو۔ جو شی باقاعدہ سڈول متناسب عظیم الشان خوش اسلوب نئی یا رنگین ہوگی اوسکے دیکھنے سے دل کو ضرور مسرت ہوگی۔ جوان نوجوان چھوٹے بچون تک مین نہایت ہی کم عمری مین مذاق کے اصول کی ہزارون صورتین نمایان ہوتی ہین وہ خوبصورت اشیاء سے رغبت کرتے ہین۔ تصویرون اور کہلونون کو پسند کرتے ہین۔ ہر قسم کی نقلی اور نئی اور نادر چیزون سے اون کو بے انتہا الفت ہوتی ہے۔ گنوار سے گنوار آدمیون کو قصہ کہانیون سے دل آویزی ہوتی ہے اور وہ زمین و آسمان کے قدرتی مناظر دیکھکر متاثر ہوتے ہین حتیٰ کہ جنگل کے وحشیون مین جہان انسان نہایت ہی غیر تربیت یافتہ حالت مین رہتا ہے زیور اور کپڑے کا رواج ہو۔ جنگ اور موت کے گانے گائے جاتے ہین۔

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ مذاق سلیم کے اصول کی گہری بنیاد انسان کے دل مین ہے۔

ہر چند کوئی شخص اس قوت سے قطعی مبرّا نہین ہو لیکن وہ جس درجہ مختلف لوگون مین پائی جاتی ہے بالکل جداگانہ ہے - بعض لوگون مین مذاق سلیم کی صرف ایک ہلکی سی جھلک پائی جاتی ہے جس قسم کے محاسن کو وہ پسند کرتے ہین وہ نہایت ہی بھدّی قسم کے ہوتے ہین اور ان محاسن کا اونکو ایک کمزور اور پریشان خیال رہتا ہے - اور بعض لوگون مین مذاق سلیم اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہو - اور وہ نہایت نفیس قسم کی خوبیون کا چٹخارا عجیب لطف کے ساتھ لیتے ہین - بادی النظر مین ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ انسان مین مذاق سلیم کی قوتون اور مسرتون مین حس مشترک ادراک اور راے کے لحاظ سے ایک نمایان عدم مساوات پائی جاتی ہے لیکن یہ عدم مساوات کسی قدر اوسکی طبائع کے اختلاف کی وجہ سے ہے اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بعض آدمیونکے اعضاء اور باطنی قویٰ دوسرون کی بہ نسبت زیادہ لطیف اور نازک ہوتے ہین - اور ایک حد تک تعلیم و تربیت کو بھی اس مین دخل ہے - اس کی تصدیق مزید اوس فضیلت بھی ہوسکتی ہے جو ایک ہی قوم مین اون لوگون کو جنہون نے فنون لطیفہ سیکھے ہین - اون لوگون پر ہے جو غیر تعلیم یافتہ اور جاہل ہین -

اب مین یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرون گا کہ کن ذرائع سے مذاق کی تحصیل و ترقی مین اس قدر نمایان فرق ہو جاتا ہے - سب سے پہلے قدرت کے اس بڑے قانون پر غور کیجئے کہ مشق و مزاولت ہماری کل قوتون کی اصلاح و ترقی کا خاص ذریعہ ہے -

ہم دیکھتے ہین کہ جن لوگون کا پیشہ یا کاروبار اون سے قواے مدرکہ کی باریک مشق و مہارت کراتا ہے - اون کے احساس نہایت تیز ہو جاتے ہین - مثلاً پالش کرنے والون کی قوت لامسہ اور لوگون کی بہ نسبت نہایت لطیف ہو جاتی ہے - جن لوگون کو آلات خورد بین سے سروکار رہتا ہو یا جواہرات کا کام کرتے رہتے ہین - وہ باریک سے باریک چیزین عجیب وغریب صحت کے ساتھ دیکھ سکتے ہین - جو لوگ

مختلف قسم کے عطر یا اشربہ کی تقطیر کے کامون پر مقرر ہین اون کی قوت شامہ نہایت تیز ہوجاتی ہی۔ اور وہ مرکبات کو محض خوشبو سے پہچان سکتے ہین۔ اگر مذاق سلیم کو ایک سیدھی سادھی قوت فرض کرلیا جاے تو وہ متواتر مشق اور کامل توجہ سے بڑھ سکتی ہے اسکا بدیہی ثبوت مذاق سلیم کے اوس حصہ سے ملتا ہی جو موسیقی سے متعلق ہی۔ تجربہ سے روز بروز یہ بات ہویدا ہوتی جاتی ہے کہ اس سے زیادہ کوئی چیز ترقی پذیر نہین ہی۔ شروع شروع مین معمولی سے معمولی اور سادے سے سادے راگ پسند کئے جاتے ہین۔ پہر مشق و مہارت ہمارے انشراح کے احاطے کو وسیع کردیتی ہے اور رفتہ رفتہ نہایت مشکل مقامات کے لطائف سے آگاہ کرتی ہے۔ اور انسان کی آوازون کے علاوہ مختلف سازون مین نغمہ اور زمزمہ کی باریکیون کو جاننے۔ اور جو آوازاون سے پیدا ہوتی ہے جسکو معمولی مذاق نہین جانتا۔ اوس پہچاننے لگتے ہین۔ اسی طرح آنکھ نقاشی اور مصوری کے محاسن یکبارگی نہین معلوم کرسکتی بلکہ آنکھ مین یہ قدرت تصویرون سے واقفیت پیدا ہوتے ہوتے اور چابکدست مصورون کے نمونے دیکھتے دیکھتے پیدا ہوجاتی ہے۔ علی ہذا۔
حسن تحریر اور حسن تقریر کے لحاظ سے انشاپردازی کے اعلیٰ نمونون اور مقبول نظیرون پر توجہ رکھنے اساتذہ کا کلام پڑھنے اور ایک ہی قسم کے محاسن مین اعلیٰ اور ادنی درجات کا مقابلہ کرنے سے مذاق کی اصلاح ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص شروع شروع مین کسی اُستاد کے کلام سے شناسا ہوتا ہی تو ابتدا مین اوس کا مذاق پریشان اور دہندلا ہوتا ہی وہ اس شے کے مختلف محاسن و معائب بیان نہین کرسکتا وہ حیران رہتا ہی کہ مین کس بنیاد پر اپنی راے قایم کرون۔ اس سے فقط اتنی ہی توقع ہوسکتی ہے کہ وہ بادی النظر مین اپنی خوشی اور ناخوشی کا اظہار کرد سے لیکن جو جو اس قسم کے کامون مین اوس کا تجربہ بڑہتا جاتا ہی اوس کا مذاق رفتہ رفتہ زیادہ سلیم اور روشن ہوتا جاتا ہی وہ صرف کلام کی نوعیت سے پہچاننے نہین لگتا بلکہ ہر حصّہ کے حسن و قبح اوسکو معلوم ہوجاتے ہین۔ اور اس مین اس قدر

ملکہ ہوجاتا ہو کہ جن چیزون کو اوس لئے اچھا یا بُرا کہا ہو اونکی مخصوص صورت بیان کرسکے ۔ ہرچند
مذاق سلیم ایک حس ہی پر مبنی کیون نہو لیکن اوسکو بہت وسیع معنی مین دیکھنا چاہیئے ۔
اس سے مطمئن ہونے کے لئے ہمین غور کرنا چاہیئے کہ اساتذۂ سلف کی تصانیف کا بیشتر
حصّہ صرف قدرت کی نقل اور انسان کی سیرت اعمال اور اطوار کا خاکا ہے ۔

جو مسرت ان حالات اور بیانات سے حاصل ہوتی ہے وہ محض مذاق سلیم پر مبنی ہے ۔
لیکن یہ امتیاز کرنا کہ وہ ٹہیک طور سے نمایان کئے گئے ہین یا نہین ادراک کا کام ہے جو اصل
کو نقل سے مقابلہ کرتا ہے ۔

مثلاً شاہنامہ پڑہتے وقت ہماری فرحت کا زیادہ ترسبب کلام کی بندش قصہ کا تسلسل اور
بیان کی سلاست ہے ۔ ایسی نظم سے جو امنگ پیدا ہوتی ہے وہ حس باطنی کے طور پر مذاق
سلیم کے ذریعہ سے محسوس اور حاصل ہوتی ہے لیکن نظم مین ان صفات کا انکشاف
ادراک کے ذریعہ سے ہوتا ہو اور جس قدر یہ ادراک نظم کی مناسبت اور موزونیت ظاہر
کرتا ہے اوسی قدر ہم اوس سے محظوظ و مسرور ہوتے ہین ۔ انہین دو وسایل یعنی
حُسنِ مذاق کی متواتر مشق اور ادراک اور عقل سلیم کے باقاعدہ عمل سے مذاق بطور ایک
قوت طبعی کے ترقی کرتا ہے ۔ اور وہ اپنی مکمل حالت مین دراصل فطرت اور ہنر دونون کا
مجموعی نتیجہ ہے ۔

ہمکو اس بیان مین اس قدر اور اضافہ کرنا ہے کہ اخلاقی نیکیان بھی مذاق سلیم پر ایک
قریب یا بعید اثر ڈالتی ہین ۔ جس شخص کا دل سخت اور خراب ہے جو شخص یہ نہین جانتا
کہ کون چیز دراصل عمدہ اور قابل تعریف ہے ۔ جسمین نازک اور لطیف چیزون کی ٹہیک
پرکھ نہین وہ فصاحت و بلاغت اور شعر و سخن کے اعلیٰ ترین محاسن کو نہین سمجھ سکتا ۔
اعلیٰ مذاق کی نوعیت اپنی اکمل حالت مین دو چیزون پر تقسیم ہوسکتی ہے ۔ نزاکت
اور صحت ۔ نزاکتِ مذاق خاصکر اوس قدرتی حس کی تکمیل سے متعلق ہے ۔ جس پر

مذاق بنی ہے - اس سے مراد وہ لطیف تر اعضا یا قویٰ ہین جنکی مدد سے ہمکو وہ محاسن نظر پڑتے ہین جو ایک گنوار آدمی کی نظر مین پوشیدہ ہین - ایک شخص کی قوت احساس کتنی ہی بڑھی ہوئی ہو لیکن پھر بھی ممکن ہے کہ وہ مذاق لطیف مین قاصر ہو - وہ ان محاسن کو دیکھکر کتنا ہی ستاثر ہو لیکن اوسکو صرف وہی شے نظر آتی ہے جو کسی قدر بھدی نمایان یا ابھری ہوئی ہے - لیکن سادہ اور نازک تر زیبایشین اوس کی نظر سے مخفی رہتی ہین جاہل اور غیر تربیت یافتہ قومون مین بالعموم اسی قسم کا مذاق ہوتا ہو - لیکن نازک مذاق آدمی پر جو اثر پڑتا ہو وہ مضبوط بھی ہوتا ہو اور صحیح بھی - وہ ان تفریقات و اختلاف کو دیکھتا ہو جو اورون کو نظر نہین آتے - پوشیدہ سے پوشیدہ حسن اس کی نظر مین آجاتا ہو - اوسکو باریک سے باریک عیب معلوم ہوجاتا ہو - لطافت مذاق کا بھی وہی معیار ہے جو ہم ایک حس خارجی کی لطافت جانچنے مین استعمال کرتے ہین - جس طرح ایک خوش ذایقہ شے اوس کے اجزا کی آمیزش (نہ کہ تیز خوشبو ون سے) پہچانی جاتی ہے اور باوصف اوس امتزاج کے تمام اجزا جدا جدا الگ کو محسوس ہوتے ہین - اوسی طرح حس باطنی کی نزاکت لطیف سے لطیف مشترک اور پوشیدہ سے پوشیدہ حسن تیزی ادراک اور نازک دماغی کی مدد سے دریافت کرلیتی ہے - صحت مذاق صرف اوس اصلاح سے متعلق ہے جو قوت مذاق کو ادراک کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے صحیح مذاق کا آدمی وہ شخص ہے جو مصنوعی محاسن سے کبھی دھوکا نہ کھائے جو ہمیشہ اپنے دل مین عقل سلیم کا وہ معیار رکھتے جسکو وہ ہر شے کی جانچ کے لئے استعمال کرسکتا ہے وہ ان مختلف محاسن کے عیب و ثواب کا جو اوس کو کسی استاد کے کلام مین نظر پڑتے ہین مناسبت کے ساتھ اندازہ کرتا ہے - اونکو اون کی مقررہ جگہ دیتا ہو اور وہ اصول قایم کرتا ہے جن سے معلوم ہو کہ ان مین کس بات سے خوشی اور مسرت پیدا ہوتی ہے اور صرف اوسی درجہ تک محظوظ ہوتا ہے جس درجہ تک اوسکو خوش اور محظوظ ہونا چاہیئے ؎

مذاق کو اس کی اکمل اور اصلاح شدہ حالت مین ظاہر کرنے کے بعد یہ غور کرنا چاہیئے کہ وہ اس حالت سے کیونکر تجاوز کر سکتا ہی - اس مین کون کون تغیرات واقع ہو سکتے ہین اور ان تغیرات کی حالت مین صحیح مذاق کو ناقص سے امتیاز کرنے کا کوئی ذریعہ ہی یا نہین - ہمارے کام کا یہہ سب سے مشکل حصہ ہے کیونکہ یہ ایک مسلّم قاعدہ ہی کہ اپنے عمل مین انسانی طبیعت کا کوئی جزو مذاق سے زیادہ تلوّن پذیر اور بے ثبات نہین ہی - اس کے تغیرات اس قدر وسیع اور بکثرت ہین کہ بعض لوگون کے دلون مین یہ شبہ ناشی ہوتا ہی کہ وہ محض بے قاعدہ اور مطلق العنان ہے جسکی کوئی بنیاد اور جس کا کوئی معیار نہین اور جو بعد مین تمام علوم اور تحقیقاتون کو فضول اور بیکار کر دیتا ہی - چنانچہ فن تعمیرات مین یونانی نمونے مدتون تک نہایت کامل تسلیم کئے گئے ہین - بعد کے زمانون مین گاتھک قوم کا فن تعمیر غالب رہا - اس کے بعد یونانی مذاق پورے زور شور سے زندہ اور عوام کی نظرون مین سب سے زیادہ مقبول ہوا - بلاغت اور شاعری مین ایشیائی قومون نے بھڑکیلے ظاہری نمایش کے سوا کسی چیز کو پسند نہین کیا - علی الرغم اوس کے یونانی صرف اونہین محاسن کی قدر و منزلت کرتے تھے جو پاک صاف اور سیدھے سادے ہوتے تھے - وہ ایشیائی تکلفات کو نفرت سے دیکھتے تھے - خود انگریزون مین صدہا تحریرین جو دو یا تین صدی اودھر نہایت مقبول و مطبوع تھین اب نہایت بدنام اور گمنام ہین - اردو زبان کی انشا پردازی کی بھی یہی کیفیت ہے - پچیس تیس برس پہلے مرزا رجب علی بیگ سرور کی فسانہ عجائب اور امانت کا واسوخت خاص طور پر پسند کئے جاتے تھے - لیکن اب کا مذاق سادگی پسند ہی - اب سوال یہ ہی کہ ان تبدیلات سے کیا نتیجہ مستخرج ہوتا ہی - کیا کوئی چیز ایسی ہی - جسکو ہم مذاق کا معیار کہہ سکین - جس سے ہم اچھے اور برے مذاق کو پہچان سکین - کیا ہر ایک کا مذاق جداگانہ ہے - یہہ ایک نہایت ہی نازک اور مشکل مسئلہ ہے - جسپر اب ہم بحث کرتے ہین -

اگر مذاق کا در حقیقت کوئی پیمانہ یا معیار نہین ہے تو کل مذاق یکسان ہین - یہہ وہ صورت ہی کہ خفیف معاملات اور ادنی اختلافات مین اس سے چشم پوشی کیجا سکتی ہے - لیکن

بڑے معاملات مین ایسا نہین ہوسکتا۔ کون کہہ سکتا ہو کہ ایک بدو کا مذاق ایک ادیب کے مذاق کی طرح نازک اور صحیح ہو۔ ایک باقاعدہ تربیت یافتہ مذاق ملکیون اور بانسریون مین موسیقی کے اون باریک نغمون اور زمزمون اور غزل ٹھمری کے لفظون اور ریون کو پہچان لیتا ہے جو معمولی مذاق سے پوشیدہ ہوتے ہین۔ ایک طبیب کا مذاق بیمار کے تون اور اوس کے چہرہ پر آنے جانے والی رنگتون اور اوس کے نبض کی رفتار سے صحت اور مرض کو تاڑجاتا ہو۔ لیکن عام طور سے یہ حالتین دریافت نہین ہوتین۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہین کہ ایک شخص کے مذاق کو دوسرے شخص کے مذاق پر ترجیح دینے کی کوئی بنیاد ہو۔ اور مذاق مین بھی اچھائی برائی اور صحت اور غلطی ہوتی ہے اور انسان مین اختلاف طبائع کے ساتھ اختلاف مذاق بھی لازمی ہے۔ جوہر مذاق اپنے اغراض ومقاصد کے لحاظ سے اپنی حد مین مکمل کہا جاسکتا ہے۔ ایک شخص کو نظم سے زیادہ دلچسپی ہے دوسرے کو نثر سے۔ ایک رزم پسند کرتا ہو دوسرا بزم کو۔ ایک کامیڈی کو ترجیح دیتا ہو۔ دوسرا ٹریجیڈی کو ایک کو سادی عبارت پسند ہے دوسرے کو رنگین۔ نوجوان پرجوش اور شوخ مضامین سے حظ اٹھاتے ہین۔ بوڑھے آدمی سنجیدہ اور متین مضامین سے خوش ہوتے ہین۔ بعض لوگ بیانات اور خیالات دونو مین صحت اور باقاعدہ نزاکت سے رغبت کرتے ہین۔

ہرچند ان سب باتون مین اختلاف ہے۔ لیکن ہر شخص کو کوئی خاص حسن نظر ہے جو اوس کی طبیعت کے موافق ہے اور اس وجہ سے کوئی شخص دوسرے کے مذاق کو برا بھلا کہنے کا استحقاق نہین رکھتا۔ اگر کوئی ایک نتیجہ صحیح اور باقی نتائج غلط ہوسکتے ہین۔ تو یہ بات محض ادراک کے مسئلہ مین ہوسکتی ہے۔ مذاق کے معاملات مین نہین ہوسکتی۔

ایک شخص ایک شے کو عمدہ بتاتا ہو اور دوسرا پسند نہین کرتا تو اس کا نام اختلاف ادراک نہین ہے بلکہ اوس کو مذاق کی مخالفت کہنا چاہیے۔ ایک شخص حافظ شیرازی کے کلام کو فردوسی کے کلام پر ترجیح دیتا ہو۔ مگر ہم یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ اون کے خیال متخالف اور متضاد ہین جبتک

کہ ہم اون مین سے ایک کے محاسن کو ترجیح دینے کا صحیح معیار نہ رکھتے ہون - اب یہ دریافت کرنا باقی ہے کہ وہ معیار کیا ہی جو اس قسم کے تفریق مذاق مین کام آسکتا ہی - معیار ایک صحیح طور پر وہ شے مراد ہی جو اس قدر مستند اور معتبر ہو کہ ہر خاص و عام اوس کو پسند کرین مثلاً سرکاری اوزان خانگی اوزان سے عام طور پر قابل استناد و اعتبار رہین - دربار تربیت کا معیار صحیح کہا جا سکتا ہے +

القصہ حسن مذاق دراصل حسن کے ایک اندرونی حس پر مبنی ہی جو انسان نے اپنی طبعی حالت کے حسب حال پایا ہی - اور جسکو ادراک کے ساتھ قریبی تعلق ہے -

اب جس انسان مین کل قوتین تکمیل کے ساتھ موجود ہین - جسکے محسوسات باطنی ہر حالت مین نہایت نازک اور صحیح ہین جن کا ادراک بیخطا اور یقینی ہے - اونکی راے دوسرون کے لئے ایک مکمل معیار ہو سکتی ہے - لیکن اسپر بھی یہ امر ممکن ہی کہ کوئی مذاق اون کی راے سے خوش ہونے والا نہو - انسان کی مختلف اور مخالف مذاقون کی آزمایش کا کوئی کافی معیار نہین - جسپر سب کو راضی کیا جانا ممکن ہو - اور حسن مذاق کی تمام چیزون مین آخری مرافعہ انسان کی عقل اور ماہران فن کی کثرت راے پر ہی جو سب سے زیادہ اوس کے ماہر اور شناسا ہین - اگر کوئی شخص کہے کہ شکر تلخ اور تمبا کو شیرین ہی تو اوس کی کوئی دلیل اسبات کو ثابت نہین کر سکتی اس لئے ایسے شخص کا مذاق بیمار سمجھا جاے اور صرف اس وجہ سے بیمار سمجھا جائے گا کہ تمبا کو اور شکر کے اکثر جاننے پہچاننے اور اوسکو استعمال کرنے والے افراد اس کے مذاق سے اختلاف رکھتے ہین -

ہماری اس تعریف مین کہ فنون مین حسن کی آخری کسوٹی انسان کے خیالات کی باہمی موافقت ہے - ہمیشہ وہ آدمی مراد ہین جو اوسکے اہل سمجھے جاتے ہین - اور اون مین وہ اوصاف موجود ہین جو اوس کی جانچ کے لئے ہونا چاہیئن - اور اون کے سچے فیصلون مین کوئی رعایت و شکایت تلون و تلون پیدا نہین کر سکتی -

اور مذاق کی بے ثباتی اور تلون کے متعلق کچھ ہی کہا جائے لیکن تجربہ سے یہ بات طے ہو گئی ہے کہ بعض محاسن اگر مناسب صورت مین ظاہر کئے جائین تو اون مین استحکام اور عام پسندیدگی حاصل کرنے کی قوت ہوتی ہی - ہر مضمون جو تخیّل اور طبیعت سے تعلق رکھتا ہی وہ کل زبانون مین کل قومون کو اچھا معلوم ہوتا ہی - اس مین کوئی ایسا تار ہوتا ہی جو ٹھیک طور سے چھیڑنے پر انسانی طبیعت سے ویسے ہی آواز بلند کرتا ہی - چنانچہ بعض اساتذہ سلف کے کلام کو دنیا کی مہذب ترین قومون نے عام طور پر اور ہمیشہ پسند کیا ہی - اور اسی وجہ سے وہ عام طور پر خصوصیت کے ساتھ مستند تسلیم کیا جاتا ہی - جیسے مولانا روم - حافظ شیراز - شیخ سعدی کا کلام - اور ہر زبان کا مذاق سلیم اوسکے مطالب سے حظ پاتا اور فائدہ اُٹھاتا ہی - اب آپکو یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسے آپ اچھی شاعری کے جویا ہین ویسے ہی اچھی شاعری آپکے مذاق کو رزم و بزم خلوت و جلوت رفتار و گفتار دربار و بازار کے ہر گوشہ مین ڈھونڈ رہی ہے اگر آپ اچھے شعر نہ ملنے سے خوش نہین ہوتے تو وہ بھی مذاق سلیم کی نایابی سے سر پٹکتی ہی

شاعری کا وزن

شاعری کا پہلا کام مناسب درجہ و مقام لفظون کو سوچنے کا ہے جیسے ایک جڑیا - ہیرا - پنّا موتی یا قوت کی کنیون چنیون اور چھوٹے بڑے نگینون کو کسی زیور مین جڑنے کے لئے اپنی قوت ممیّزہ سے کام لیتا یا جوہری چھوٹے بڑے موتیون کو ایک لڑی مین پرونے کے ہر دانہ کو اوسکے مناسب مقام جگہ دینے کے لئے پہلے سالک خیال مین جگہ دیتا ہے - تاکہ وہ الفاظ شاعری کے رشتہ مین پروسے جا کر اس شعر کا مصداق بنین ؎ میرانیس مرحوم

نظم ہے یہ یا در شہوار کی لڑیان انیس
جوہری بھی اس طرح موتی پرو سکتا نہین

دوسرا کام اون لفظون کو مناسب موزونیت سے اپنی اپنی جگہ بٹھانے کا ہے -

جسمین بال برابر کا فرق نہونا چاہیئے ۔ شلاً آفرین ۔ حکیم ۔ زبان ۔ بہ نبام ۔ جہان دار ۔ جان سخن ۔ منتشر الفاظ ہین ۔ اور جب شاعر نے اونکو موزونیت سے شعر مین مناسب جگہ دی تو یہ شعر حاصل ہوا ؎

بنام جہاندار جان آفرین ٭ حکیم سخن برزبان آفرین

اور شاعری کی ترازو واقعی صحیح ہے کہ اوس مین ایک حرف کا گہٹنا بڑہنا تو بہت بڑے بہاری وزن کی طرح ترازو کے ایک پلڑے کو نیچے جہکا دیتا یا اونچا اوٹھا بلکہ ذرا سے اشباع و اضافت کے بوجھ کا بھی متحمل نہین ہوسکتا ۔ ✓

شاعری کے اوزان و میزان کا بہت پرانا پتا سنسکرت اور عربی کی شاعری سے ملتا ہے جسکو عربی مین عروض اور سنسکرت مین پنگل کہتے ہین ۔ مگر دونو کی نوعیت مین فرق ہے ۔ جسکو مین یہان بیان کرنا نہین چاہتا ۔ اور فارسی کی قدیم شاعری کا عروض جدا گانہ ہوگا ۔ کیونکہ قدیم پارسی مین چامہ و چکامہ کے لفظون سے قصیدہ اور غزل کے وجود کا پتا ملتا ہی اور شاعری کے متعلق ہر قسم کی اصطلاحین موجود ہین تو عروض کا ہونا بھی خیال کیا جا سکتا ہے لیکن فارسی پر عربی کی تاخت نے اوس کو اپنی جگہ پر قایم نہین رکھا اور فارسی کی شاعری نے عربی کے ترازو باندٹ لیکر اپنا کام چلایا ۔ چنانچہ مسلمانون کے ابتداے ورود فارس سے جس شاعری کا پتا ملتا ہی ۔ اوس کے لئے عربی کے اوزان و میزان کام مین لائے گئے ہین ۔ اور فارسی پر یہ علمی اعتراض باقی رہ جاتا ہی کہ اوس نے اپنی شاعری کے لئے اپنی زبان کے مناسب حال اوزان و میزان فراہم نہین کئے بلکہ فردوسی جیسا سخن طراز جو حتی الامکان عربی کے لفظون کو اپنی شاعری کے پاس پہٹکنے نہین دیتا ۔ اوس نے بھی عربی کے وزن و میزان سے کام لیا ہے ۔ چنانچہ اوس کے شاہنامہ کا وزن یہ ہے ۔ ؎

فعولن فعولن فعولن فعول

پہر جب اردو نے شاعری کا لباس پہنا تو جیسے اردو نے زبان کا بہت بڑا حصہ فارسی سے

حاصل کیا ویسے ہی شاعری کے بحور اور اوزان و میزان مین بھی فارسی کی تقلید کی - میرزا قتیل نے اپنی ذہانت سے اردو کے ایک شعر کی تقطیع اردو مذاق کے موافق کی تھی جسکی تفصیل یہ ہے -

مفاعیلن - مفاعیلن - مفاعیلن - مفاعیلن

پری خانم - پری خانم - پری خانم - پری خانم

لیکن اس مذاق کو نوزدہ بحور پر حاوی نہ کر سکے -

شاعری کی ترکیب اور تشبیہ

شاعری مناسب الفاظ کے قطرون اور موزون ترکیب سے دریا (بحر) بنتی ہے جسمین حسن کلام کا تموج طرح طرح کی خوشنما لہریان پیدا کرتا رہتا ہے - اور شاعری کی ترکیب کے لیے تشبیہ و استعارہ کا ہونا ایسا ہی ضروری اور دلچسپ ہے - جیسے چاند سورج کا ہونا دریا کی اصلاح اور اوس کے جزر و مد کو ضروری اور دلچسپ ہے - اور جیسے چاند سورج شعاعین دریا کے پانی مین ملکر اوس کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہین ویسے ہی تشبیہ و استعارہ کی آمیزش سے شاعری کے دریا کی روانی اور اوس روانی کے حسن مین ایک لاثانی حسن پیدا ہو جاتا ہے - پہلے آپ کو اون قطرون (لفظون) کی ماہیت سے مطلع ہونا چاہیے کہ وہ ہمارے دریا مین کہان سے آکر ملے ہین - ان قطرون سے میری مراد لفظون سے ہے - جس سے اردو شاعری کا دریا بنتا ہے - میرے خیال مین ایک وہ الفاظ ہین جو براہ راست فارسی سے اردو مین داخل ہوئے - جیسے چشم - جہان - گیہان - دوسرے وہ جو اپنے مبانی اور مبادی سے فارسی ہونے کا سراغ دیتے ہین - لیکن اون کو اردو نے دوسرے قالب مین ڈھال لیا ہے اور مختلف طور سے اون کا استعمال ہوا ہے - جیسے فارسی کا آمدہ است اوس کو پہلے پنجاب مین

بولا گیا - آؤندا ہو - پہرآگے چلکر کہا گیا - آؤتا ہو اور آخر کو دلّی مین پہونچکر آتا ہو بن گیا تیسرے وہ الفاظ جو سنسکرت اور بہاشا سے براہ راست لئے گئے اور وہ اوسی صورت سے بولے گئے - جیسے جوتی - سروپ - نین - انجن چوتھے وہ جنمین اردو نے تصرف کیا جیسے کہا کرت کو کہا کیا کرتے ہو - پانچوین وہ الفاظ جو عربی سے براہ راست آئے اور اوسی صورت سے بولے گئے - جیسے واللہ اعلم - چہٹوین وہ الفاظ جو انگریزی سے اردو مین داخل ہوئے اور اردو نے اونکی صورت کو نہین بدلا - جیسے مسٹر ماسٹر - ساتوین عربی کے وہ الفاظ جنکی صورت اردو مین بدل گئی - آٹھوین انگریزی کے وہ لفظ جو اردو مین آکر دوسری صورت سے بولے گئے - نوین ہندوستان کے وہ الفاظ جو یہان سے دوسرے ملکون مین گئے اور وہان سے دوسری صورت بدل کر آئے اور اون کی موجودہ صورت کو اردو نے قبول کیا - دسوین دوسرے ملکون یا دوسری زبانون کے لفظ جو اپنی اصلی یا دوسری صورت مین داخل اردو ہوئے - گیارہوین وہ جن مین اردو کا تصرف ہوا -

اب ترکیب کلام کو دیکھنا چاہیئے - ایک ترکیب وہ ہو جو ہم اپنے ملک اپنی قوم اپنے مذاق کے موافق شعر کہین - دوسری وہ ہو جو ہم دوسری زبانون کی تقلید مین سخن سرا ہون - پہر اس مین بھی تفریق ہے ایک وہ جو ایشیہ کے مختلف مذاقون سے حاصل کی گئی ہو - دوسری وہ جو ہم نے ایشیہ کے مذاق کو بالکل بہولا دیا ہو اور یورپ کی تقلید مین ہم نے اپنے انداز بیان کو دوسرے طرز مین بدل دیا ہو جیسے آج کل انگریزی تقلید ہماری تصنیفات مین ترجمہ کی شان پیدا کر رہی ہے - اور ہم اپنے مواد کلام کو ہیر پہیر کر دوسرے سانچون مین ڈہال رہے ہین - جسمین بڑا نقص یہ ہو کہ ہم اوس مذاق کے پرورش یافتہ نہین اس لئے ہم اپنی شاعری کے اوج خیال کو اوس مذاق مین صرف نہین کرسکتے یا کر وہ مذاق ہمارے ہاتھون ہماری شاعری کے اوج کمال تک نہین پہونچتا - اور جیسے اردو مین مختلف لفظون کی شرکت اور تداخل سے

شاعری مین ایک خاص اثر پیدا کیا ہو ویسے ہی اردو کی مثالون اور تشبیہون کا وادی بہت وسیع اور ناپیدا کنار ہو - اور ہر ملک کا درخت اس وادی مین اوگا ہوا نظر آتا ہو اور بعض درخت تو ایسے ہین جنکو زمین کی تاثیر اور آب وہوا کے مناسب اثر نے اون کے ملکون سے زیادہ یہان پہلنے پہولنے کا موقع دیا ہے - اردو کی تشبیہات مین بھی زیادہ تر فارسی اور کمتر عربی اور متوسط درجہ مین بہاشا کی تشبیہات کا پتا ملتا ہو اور اب مغربی دنیا کی تشبیہین اضافہ ہوتی جاتی ہین - اور تشبیہ ایسی چیز ہے - جسکی ضرورت نہ صرف شاعری اور ادب مین پائی جاتی ہے - بلکہ اوس کا سلسلہ نیوٹن کی تہیوری کی طرح ابتدا تکلم سے پایا جاتا ہو - اور اندہے گونگے بہرے بھی اوس سے فائدہ اوٹھاتے ہین - بلکہ حیوانون مین بھی محسوسات تشبیہی کا احساس پایا جاتا ہے

ہر قوم اور مذہب کے ادب اور شاعری کتابین طرح طرح کی تشبیہات سے بہری ہوئی پائی جاتی ہین - تشبیہ مین مشبّہ اور مشبہ بہ اور غرض تشبیہ اور ادات تشبیہ کا ہونا ضرور ہو - جسکو شاعری کے اصول نے اختیار کیا ہے اور ہر ملک کی مخلوق و مناظر کی عام پسند دلچسپی کے حسب حال تشبیہات کو اختیار کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے عرب - فارس - ہندوستان - چین - یورپ کی تشبیہات اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی طبیعت کے حسب حال ہین - عرب کی اونٹنی یورپ کے بہورے بال چین کی گول آنکھین ہر ایک ملک کے خاص مذاق سے دلچسپی رکھتی ہین اور قدرت نے ہر قوم کو اپنے حسن اور اپنے ملک کے مناظر کا شیفتہ بنایا ہو -

استعارہ

شاعری مین استعارہ تشبیہ سے زیادہ لطافت اور ملاحت کلام کی بہنایت رکہتا ہو تشبیہ سے مشبّہ اور مشبہ بہ کے درمیان ایک مغایرانہ فرق معلوم ہوتا ہو مگر استعارہ غیر کو

مین بناتا اور مجاز مین حقیقت کی سیر کراتا ہی - جیسے میرزا صائب اور غنی کشمیری کے دیوانون مین تشبیہات کا لالہ زار پہولا ہوا ہے ویسے ہی ملا طغرا کی تصانیف نظم و نثر مین استعارات کی بہار جوش پر ہی اور اردو کے مختلف دواوین سے ہر قسم کی تشبیہات اور استعارات کا اقتباس و انتخاب ہو سکتا ہی - لیکن استعارات کا زیادہ ہونا ملاحت کلام کو شورہ زار بنا دیتا ہی - جیسا کہا ہے ؎

نمک استعارہ خوش باشد لیکہ از حد چو رفت شور بود

مبالغہ

ایشائی شاعری کا مبالغہ نیو فیشن مین بہت بدنام ہی - حالانکہ ہماری شاعری کا مبالغہ شاعر کو جھوٹ سے بچاتا ہی - اور جس مقام پر شاعر اپنے معشوق یا ممدوح کی تعریف حد سے زیادہ کرتا ہی تو کوئی اوس کو واقعات مین خیال نہین کرتا بلکہ وہ عام طور سے مبالغہ خیال کیا جاتا ہی - دوسرے مبالغہ شاعر کے انتہائے قصد و ادراک کا پتا دیتا ہی اور اوس سے عقل و حکمت کے جویا دوسرا سراغ لگاتے ہین مثلاً شاعر نے اپنے ممدوح کے گھوڑے کو ایک ایسا کل کا گھوڑا بتایا جو اپنے سوار کو شملہ مین ٹفن اور کلکتہ مین حاضری کھلاتا ہی - تو اس سے اوس شاعر کے محسوسات خیالی پر غور کرنا چاہیئے کہ اوس کے ذہن نے کس چیز کا ادراک کیا ہی - ہم دیکھتے ہین کہ خوش اقبال یورپ کے حکیمانہ خیالات مین ہماری شاعری کے (اجزاء سے زیادہ قابل استعجاب و مسخر اجزاء ملے ہوئے ہین - مثلاً ایک بڑا گروہ ستارون کی آبادی کا خیال رکھتا اور ستارون کی آبادی مین پہونچنے اور وہان کے رہنے والون سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہی نپولین نے ڈکشنری سے ناممکن کا لفظ نکلوا دیا تھا - اوس کے نزدیک آدمی سب کچھ کر سکتا ہے - پس ان خیالات کے مقابلہ مین آپ کو ایشیائی شاعری کے مبالغہ پر ہنسنا خود آپ کے

قصور اذہان کی دلیل ہی - آپ کو معلوم ہی کہ ہومر کا مشہور شاعر ہومر اندھا تھا اور انگلستان کا مشہور شکسپیر نہایت غریب اور معمولی اسکول مین پڑھکر تھیٹر مین بھرتی ہو گیا تھا - مگر ان دونو کی شاعری اور ان کے خیالات کی بلند پروازی نے سائینس اور فلاسفی کا وہ اثر ظاہر کیا جو آج تک معجزہ کمال مانا جاتا ہی - یہ ہومر اور شکسپیر کی تعریف نہین بلکہ اقبال مند قوم اور دقیقہ شناس سوسائٹی کی قدر شناسی ہے - جس نے ہومر اور شکسپیر کی شاعری کو سائنس اور فلاسفی کے وادی مین نمایان کیا - اور شاعری کے خیالات کو حکیمانہ مذاق مین دیکھا اور شاعری سے فنون حکمت کا اقتباس کیا -

خدا ہماری قوم کو بھی شاعری سے ایسے افادات کا موقع دے اور وہ شاعری کو حکمت کے مصرف مین خرچ کرنے کا دماغ پیدا کرے اور جو خیال خیال کے درجہ مین ہین یا کسی شاعر نے ایک بات کو قانون شاعری کے خلاف پیش کیا ہے اور وہ سکا دوراز قیاس بھونڈا پن پسندیدہ نہین یہ اوس شاعر کا جہل یا اوس کے ناقابل قدر خیال کا باعث ہے اس سے شاعری کو کیون بدنام کیا جائے -

شاعری کی نسبت ایک راے

نوشتہ مولوی سید محمد حسین صاحب رضوی مدرس اعلیٰ علوم ریاضی ریاست جھالراپاٹن مندرجہ رسالہ حسن حیدرآباد

نہایت ہی قدیم زمانہ کے سیدھے سادھے لوگون کو دو باتین شاعری کی طرف داعی ہوئین - تواریخ بافتا مہم بڑا سبب ہے - جب لوگون کو اگلے بزرگون بہادرون اور دیوتاؤن کے حالات منضبط کرنے کی ضرورت پڑی - ان کو چونکہ اس وقت فن تحریر ایجاد نہین ہوا تھا کسی ایسی شی کی طرف رجوع کرنا پڑا جس کا حفظ یاد رکھنا آسان ہوا اور جسمین تھوڑے لفظون مین بہت سا مطلب ادا ہو سکے - اس کام کے ادا کرنے کے لئے شاعری سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہ تھا کیونکہ نظم انسان کو بالطبع مرغوب ہوا اور بوجہ اوزان و تقسیم

مضامین وغیرہ نظم کا حفظ یاد رکھنا بہ نسبت نثر کے بہت آسان ہی۔ پس سب سے پہلے اعلیٰ درجہ کی قسم نظم مثنوی ہے جسمین یا تو کسی بڑے بزرگ کی سوانح عمری ہوتی ہی۔ جو آیندہ لوگون کے لئے مثال ہو یا کسی بڑے شجاع و دلیر کی جس نے اپنی عزیز زندگی بیچ کر اپنے ملک یا اپنی قوم کو کسی بادعظیم سے بچایا ہو حالات ہوتے ہین یا کسی دیوتا کے جو کسی خاص فرقہ یا قوم پر مہربان ہوتا ہو کرامات اور خرق عادات کا ذکر ہوتا ہو یا اس کے وہ افعال بیان کئے جاتے ہین جن سے نوع انسان کو فائدہ پہنچا ہو۔ یہ ضرور نہین کہ کسی خاص مثنوی مین ان مین سے کوئی خاص بات ہو۔ ہر مثنوی ان حالات کا مجموعہ ہوتی ہی بلکہ اور بہت سی باتین مثلاً طریق حکومت و طرز معاشرت بیان کئے جاتے ہین۔ قریب قریب پرانے زمانہ کی ہر مثنوی مین کسی حسینہ فتنۂ عالم کا بھی ذکر ضرور ہوتا ہو جسکے حسن عالم فریب پر دنیا کے بڑے بڑے واقعات لکھے ہوتے ہین۔ بعض مثنویون مین بڑے بڑے عمدہ اخلاقی مضامین استعارتاً بیان کئے گئے ہین۔

دوسرا گو معناً پہلا سبب حسن قدرت کی تعریف ہے۔ ان سادہ دل سریع الاعتقاد بزرگون کے دل پر قدرتی اشیا کا جوبن اور عجائبات روزگار اپنا اثر کئے بغیر کیونکر رہتے۔ جسوقت تک مختلف علوم نے انسان کے دماغ پر قبضہ نہ کیا تھا اور انسانی تجربہ بہت ہی محدود تھا تمام انسان کی قوتین قدرت کے سامنے زانوے شاگردی تہ کرتی تہین اور اوس سے تجربہ حاصل کرنے مین مصروف تہین۔ جسوقت قواے ذہنی پوری طرح سے عالم خواب سے نہ چونکی تھی قواے وجدانی اپنا پورا کام کر رہی تھی۔ اوس وقت مین ذرا سا ابھارنے والا اثر بھی دل کے ولولون کو پوری طرح سے بھڑکا دیتا تھا۔ پس حسن قدرت ان لوگون کے دلون پر مقناطیسی اثر رکھتا تھا۔ انتہا ہے کہ بعض خوشنما دلکش۔ نظر فریب فائدہ بخش چیزین خاص خیال کی جاتی تہین۔ رات دن کے نظر آنے والی چیزین مثلاً آفتاب کا نور۔ چاند کا حسن تارون کی جھلملاہٹ۔ قوس قزح کی بوقلمونی۔ آسمان کا نیلاپن۔ بادلون کی سیاہی اور

رفتار۔ صرصر کی تیزی۔ نسیم وصبا کی خنکی ان کی دل پر ایسا اثر رکھتی تھین جن کی وجہ سے وہ عمدہ اعلیٰ۔ اور سچے مضامین پیدا ہوئے جو اس وقت بھی ایک پچ بامذاق پر درد دل کے بے چین کر دینے کو کافی ہین۔

خانہ بدوشی کے زمانہ مین جب یہ لوگ اتفاق سے کسی صحرا مین جا نکلے وہان گو درختون کی بہار۔ ہوا کا چلنا۔ خود رو سبزے کا لہلہانا۔ پہولون کا غدا وادحسن۔ شبنم کے موتی نما قطرے دریا کا بہاؤ۔ پہاڑون کا جاؤ نگاہ سے گزرا اور نورسنجان چمن کی سریلی آوازین سنین بیتاب ہوگئے۔ اور فوراً فی البدیہہ اشعار نظم کین۔ یہ اشعار نظم کے فضول قیدون سے پاک شاعری کے تکلفات سے بالکل مبرا۔ ان مین نہ مبالغہ کی چاٹ ہوتی تھی اور نہ بیہودہ و دور از کار تشبیہہ و استعارات کی چاشنی۔ بلکہ صاف صاف لفظون مین بے تکلفی کے ساتھ حسن قدرت کا روشن بیان اور اوس اثر کا جو شاعر کے دل پر ہوا اس عمدگی سے ذکر کیا جاتا کہ جس وقت سنا جائے سننے والے کے دل پر وہی اثر ہو جو شاعر کے دل پر ہوا۔ اور وہی سمان نگاہ کے سامنے پھر جائے۔

چونکہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے خانہ بدوشی کا زمانہ مستقل اور دوامی نہین خیال کیا جاسکتا تھا۔ آخر کار سفر ہائے مدامی اور جانورون کے چرانے مین لوگ تنگ آئے اور یہ وحشیانہ زندگی ان کی کل حاجات کی کفیل نہو سکی۔ بنابرین ان کو گانون قصبے اور شہر آباد کرنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ ان کی ساری ضرورتین پوری ہون۔ اور آپس کے خیالات کی تبدیلی سے عقل اور تجربہ کو کافی مدد پہونچی۔ اور معلومات کا ذخیرہ وسیع ہو۔ اِس آپس کے میل جول اور عقل کی ترقی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان اشرف المخلوقات اور عالم اکبر ہے۔ جو حسن و خوبی خداوند کریم نے ہر ہر مخلوق کو جدا جدا عنایت کین ہین وہ مجموعتاً انسان کو ملی ہین۔ جب شعرا نے یہ دیکھا اپنی بنی نوع کی مدح مین مصروف ہوئے۔ اور وہ وہ لطیف و پاکیزہ مضامین پیدا کئے کہ جن سے اسوقت بھی مردہ دل آدمی تک پھڑک اٹھتے ہین۔

مگران لوگون کے ممدوح یا معشوق ساری جہان سے نرالے کسی نئے عالم کے رہنے والے نہ ہوتے تھے - یہ بیچارے بیدہن اور بے کمر کے نہین تھے - نہ انکے گیسوون کی سیاہی کے سامنے دیدار خدا محال تھا - بلکہ ان کی چال سے دلہاء عشاق پستے تھے اور اونکی ٹھوکرون سے حشر برپا ہوتا تھا - بلکہ یہہ اپنے ہم جنسون کی طرح سب اعضا رکھتے تھے اور ان مین کوئی ایسی انوکھی خوبی نہین ہوتی تھی جو اون کو دائرہ انسانی سے خارج کر دے - فرق یہہ تھا کہ اورون کی نسبت ان کے اعضا سڈول ہوتے تھے - اور بعض بعض اور زیادہ دل کش - اون کا قدرتی حسن اور تناسب اعضا شعرا کو اپنی طرف کھینچتے اور شعرا ان کی مدح مین رطب اللسان ہوتے تھے - مگر وہ تعریف مین حد سے زیادہ تجاوز نکرتے تھے - میانہ روی کو کام فرماتے - جو جیسی چیز ہوتی اوس کی ویسی ہی مدح کرتے - جس نے ان کے اشعار پڑھے شخص ممدوح بنفسہ آنکھون مین پھر گیا - جب کسی بات پر اون کو زیادہ زور دینا ہوتا زبان کی شستگی الفاظ کی بندش - خیالات کی پختگی طبیعت کے زور سے اپنا مطلب ادا کرتے - یہ یاد رہے کہ وہ آج کے چانڈو باز شعرا کی طرح تکیہ پر سر رکھے مضمون کے فراق مین اونگھا نہ کرتے تھے - اور نہ مجنونون کے مانند ہر وقت ایک ہی خیال مین مستغرق رہتے تھے - بلکہ ان کا کلام اکثر فی البدیہہ ہوتا تھا ایک ایک عرب کا بچہ کسی میلے مین پانچ پانچ سو اشعار کا قصیدہ نظم کرتا اور اپنی ذہانت اور روانی طبع کی داد پاتا - آج تک اس ملک مین جب علما مین زبان کی بابت مباحثہ ہوتا ہو یہی ناخواندہ جنگلی اعرابی حکم ہوتے ہین - اور ان کی راے زبان کے بارہ مین حکم ناطق کا اثر رکھتی ہے - یہ ہی حال اوس زمانہ مین اور ملک کے باشندون کا ہوگا - طرہ یہ کہ اس وقت کے فی البدیہہ اشعار آج کل کے اون اشعار سے جو نہایت عرق ریزی اور دردسر کے بعد میسر آتی ہین - بدرجہا عمدہ ہین - اون اشعار کی تشبیہہ ایک ایسے معشوق سے دیجا سکتی ہے جو اپنے حسن خداداد کے سامنے کسی عارضی سامان آرایش کی کچہ حقیقت نہین سمجھتا -

اور خود اپنی زیور سادگی پر مفتون ہو اور آج کل کے نظم کی مثال اوس بوڑھی بازاری عورت کی سی ہے - جو نہایت بناؤ سنگار کرکے لوگون کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہو - مگر ذرا غور سے دیکھنے سے اوس کے حسن کی قلعی کھل جاتی ہو - بات یہ ہو کہ ہر چیز کے واسطے ایک وقت مناسب ہو جبپر اوس کی بہار دل فریب اور خوشنما معلوم ہوتی ہو پس شاعری کے واسطے وہی زمانہ موزون تھا - ہمارا زمانہ دوسری چیزین چاہتا ہے اب انسان کے اوس جوہر شریف یعنی عقل کو جو انسان وحیوان مین مابہ الامتیاز ہو پوری ترقی ہوگئی ہے اور ہوتی جاتی ہو - عقل سلیم کب قوت اختراعی کے بیہودہ ڈھکوسلون کو پسند کرتی ہو اور پسند بھی کرتی - مگر شاعری کے افراط وتفریط حسن قبول کی مانع ہے - اب زمانہ علوم حکمیہ کا ہے اصلی شاعری مدتون سے وداع ہو چکی یہ زمانہ (جسکو ہم بیان کر رہے ہین) شاعری کے آمد کا تھا - جب آمد اپنی غایت مقصوی پر پہنچ چکی - آورد کا علم بلند ہوا اور اس کے نام کا خطبہ چاردانگ عالم مین پڑھا گیا -

مستقل طور سے آباد ہو جانے کے بعد ایک مدت دراز تک تو لوگ اپنے پرانے طرز کو نباہے گئے - آخر انسان کی جدت پسند طبیعت اپنا رنگ لائی - اب ان کو یہ سیدھے سادے گو سچے مضامین پھیکے اور بدمزہ معلوم ہونے لگے - زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ شاعری نے بھی پلٹا کھایا - طرز معاشرت کے بدلتے ہی اس نے بھی نیا روپ بھرا - سامان عیش کا بڑھنا تھا کہ انسان کے خیالات مین تغیر عظیم پیدا ہوا - اور اس تبدل نے شاعری کو بھی اچھوتا نہ چھوڑا - اب شعرا نے اپنے خیالات کو لفظون کا پر زر اور مکلف لباس پہنانا شروع کیا - ایسی ایسی انوکھی باتین پیدا کین جو اگلے بزرگون کو خواب مین بھی نظر نہ آئین سینکڑون قیدین لگا دین اور شاعری سے آسان چیز کو پہاڑ سا مشکل بنا دیا - ردیف وقوافی اگرچہ اس سے پہلے زمانہ کی شاعری مین بھی موجود تھے - مگر اب ان کی اس سختی سے پابندی کی جانے لگی کہ وہ اس کی قدرتی ترقی کی سد راہ ہوئی - بحور واوزان ایجاد ہوئے

کوئی کلام موزون جس کا قدم ان بحرون کے محدود احاطہ سے نکلا ہوا ہو۔ نظم نہین خیال کیا جاتا نظم کی مختلف قسمین مقرر کردین۔ جن سے علیحدہ ہو کر کوئی شخص طبع آزمائی نہ کر سکا اس قسم کے قیدون سے جب شاعری کی اصلی ترقی تنزل کی طرف مائل ہوئی تو اس نقص کے چھپانے کے لئے لفظی اور معنوی صنعتین پیدا کی گئین ان پر دور از کار تشبیہات و استعارات اضافہ کئے گئے۔ پھر ان سب کو مبالغہ کے بھبکے مین کھینچکر مصنوعی شاعری کا حسن دوبالا کیا گیا۔ گو اس طمع سازی سے شاعری کا قدرتی حسن چھپ گیا اور ان اضافی حواشی سے متن شاعری کا منشا فوت ہو گیا مگر پھر بھی ہنرمند شاعرون نے اپنی دماغی قوت کے زور سے ایک ایسا سڈول اور انوکھی تراش و خراش کا معشوق بنا دیا جسکے حسن نظر فریب سے ایک مدت تک عالم نے دھوکا کھایا اور اس مصنوعی تراشیدہ بت کو اصلی اور قدرتی دلربا کروانا واقعی نقل کو اصل اور آورد کو آمد کر دکھانا انہین ہنرمند اور اپنے ذہن کے پکے شاعرون کا کام تھا۔

اگرچہ شاعری کی بہار اوسی وقت سے ختم ہو چکی تھی جب سے آمد کا زمانہ رخصت ہوا۔ مگر ابھی پت جھڑ شروع ہوا تھا۔ یہ نوبت اوس وقت پہونچی۔ جب انسانی تجربہ کافی طور سے وسیع ہو گیا جس طرح عقل و دیگر قواے ذہنی کو ترقی ہوئی۔ انسان کو شاعری کے طلسم سے نجات ملتی گئی۔ اس جادو کے اثر کو ترقی علوم کے منتر نے زائل کیا۔ جب انسان کو اتنا ہوش ہوا کہ وہ خدا کی دی ہوئی طاقتون سے کام لے۔ دنیا مین بہت سے عمدہ اور مفید علوم کی بنیاد پڑی۔ اب ذہنیات۔ طبیعات۔ فلکیات۔ ریاضی۔ طبابت وغیرہ علوم کی کتابین مدون ہونے لگین۔ جب ان علوم کے مصطلحات پرمغز مضامین بالتفصیل بیان کی شاعری مین کھپت نہ دیکھی مجبوراً نثر کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اب چونکہ فن تحریر بھی ایجاد ہو چکا تھا اس وجہ سے علوم کے حفظ یاد رکھنے کی بھی ضرورت نہ رہی یہ نثر کے طرف مائل ہونے کا دوسرا سبب ہوا۔ اب نظم کی سلطنت بہت محدود ہو گئی اس کا صرف علم ادب مین حصہ

رہگیا۔ جب شعرا نے دیکھا کہ اون کی برتری کو زوال ہونے والا ہی۔ اب عقل کے سامنے قوت اختراعی کو فروغ نہین ہو سکتا۔ اور وہ کسی طرح حکما۔ علما۔ اور فلسفہ دانون کے برابر نہین خیال کئے جاسکتے تو اونھون نے مصنوعی شاعری سے گریز کر کے پھر اصلی شاعری کے دامن مین پناہ لی۔ اور انسانی وجدانیات پر اپنا تسلط کیا۔ ایسے ایسے مضامین ادا کئے جنکے سننے سے انسان کے فطری جذبات جوش مین آجائین۔ اور جس قسم کا مضمون ادا کیا جاے اس کا ویسا ہی اثر انسان کے دل پر پڑے۔ اخلاقی اور تمدنی مضامین کی پھر چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ ان کو اس خوبی خوش اسلوبی۔ نرالی بندش نئی ترکیب سے روشن الفاظ پر اثر عبارت مین نظم کیا کہ جس سے انسان کی طبیعت بے چین ہوجاے اور واقعہ کی تصویر نگاہ مین پھرنے لگے ان مضامین کی سچائی۔ سادگی۔ برتری۔ عمدگی نے پھر نظم کو اپنے اصلی پایۂ شرافت سے نہ گرنے دیا۔ بلکہ ایسی شاعری انسان کے اخلاق کے رفارمر۔ ان کی طرز تمدن کی مصلح۔ ان کے علم ادب کی حامی۔ ان کے جذبات کی سچی مددگار خیال کی جانے لگی اور شعرا کو لوگ اوسی عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے رہے جس ملک کے شعرا نے زمانہ کی رمز کو نہ سمجھا یا سمجھ کر تجاہل عارفانہ کیا۔ اونھون نے خود اپنے پاؤن پر کلھاڑی ماری اور اپنے ہاتھون اپنی پت گنوائی۔ یہ بھی واضح رہے کہ سب ملکون مین ترقی ایک ساتھ نہین ہوئی۔ اسی وجہ سے سب ممالک کے ایک ہی زمانہ کے شاعری کا رنگ یکسان نہین ہی بلکہ جس طرح ایک ملک نے مدارج ترقی کو طے کیا۔ اسی طرح شاعری مین تبدیلیان واقع ہوتی گئین۔

ہر زمانہ مین طرز سلطنت کا شاعری پر بہت بڑا اثر پڑا جن ملکون مین جمہوری سلطنت کے اصولون کی کچھہ نہ کچھہ بو موجود تھی وہان کی شاعری بھی آزاد رہی۔ اس کے قدرتی حسن کو کسی چیز نے نہ بگاڑا۔ اور کوئی امر اس کے قدرتی ترقی کا سدراہ نہوا۔ وہان کے شعرا نے اس بدترین قسم نظم یعنی قصیدہ گوئی مین طبع آزمائی نہ کی۔ مین نے قصیدہ کو

بدترین قسم نظم اس غرض سے کہا ہو کہ آج کل کے قصاید دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی
کہ باستثناے چند کل قصیدون مین بجز جھوٹ خوشامد۔ بیہودہ گوئی اور لغو مضامین کے
اور کچھہ نہین ہوتا۔ قصیدون سے فقیرون کی صدا کا کام لیا جاتا ہے۔ قصیدہ گوئی کا مقصد
و مطلب یہ ہو کہ ممدوح کو احمق بنا کر اس سے کچھہ روپیہ وصول کیا جاے ان لوگون کی
شاعری کسی خاص کی قدردانی اور سرپرستی پر موقوف نہین ہوتی تھی بلکہ اپنے
کلام کی وہ ملک سے داد چاہتے تھے۔ اور ملک انکو علیٰ قدر مراتب داد دیتا تھا۔
شخصی سلطنتون مین جس طرح اور شخصی قوتین اپنے کمال عروج پر نہین پہونچ سکتی
تھین۔ اسی طرح قوت متخیلہ اختراعی کو بھی اصلی معراج نہین ہوئی۔ جس طرح ترقی
علوم و فنون بادشاہ یا ارکین سلطنت کے ذوق و شوق پر منحصر ہے۔ اوسی طرح
شاعری کی ترقی بھی انہی کی مرضی کے مطیع ہوئی۔ شاعری پر تو ایک مصیبت اور پڑی
کہ علاوہ ان کی مرضی کی پابندی کے اس کو ان کی پسند کے سامنے بھی گردن جھکانا پڑی۔
جس طرف سلاطین یا امرا کی طبیعتین راغب ہوئین خواہ وہ باتین ممدوح تہین یا مذموم
شعرا پر ان کی تعریف فرض ہوگئی۔ اور ان کو اپنی طبیعتون کو اسی طرف رجوع کرنا پڑا۔
اس ترکیب سے شاعری کو سخت صدمہ پہونچا۔ اس کا اصلی جوش اور فطری ولولے فرو
ہو گئے۔ وہ مثل ایک قالب بے جان کے رہ گئی۔ گو شعرا نے اس کو اپنی کارستانی
کے تریاق سے زندہ رکھا مگر اس کے چہرہ پر مردنی چھا گئی۔ مین یہ نہین کہتا کہ ایسے
زمانون مین ایک بھی عالی حوصلہ بلند بین۔ اصلی شاعر پیدا نہوا ہو۔ اس ناقص دنیا
مین ایسا کوئی کلیہ نہین جسکی کم و بیش مستثنیات نہون۔ مگر بحث عام حالت سے کی جاتی ہو
اور خاص امور مستثنیات مین جگہ پاتے ہین۔ شخصی سلطنت مین بھی بعض شعرا مثل
فردوسی علیہ الرحمۃ اور سعدی علیہ الرحمۃ کے ایسے ہو گزرے ہین۔ جن پر تمام دنیا فخر کرسکتی
ہے۔ اور تاریخ عالم مین ان کی نظیرین بہت کم ملین گی۔ غرض ایسے ملکون کے شعرا کا

تعریف بے محل اور مدحت بیجا شعار ہوگیا- ان کے فن کی ترقی بڑے آدمیون کے
پسند و سرپرستی پر منحصر ہوگئی- اور شاعری بیچاری شعرا کے کسب معاش کا ذریعہ ٹھہر
گئی بمجبوراً ان کو اون لوگون کا تتبع کرنا پڑا اور اس فن شریف مین وہ پست و دنی خیالات
پیدا ہوگئے کہ اسکو اپنے پایہ سے گرا کر چھوڑا- ان عیش پسند لوگون کو سیدھی سادھی
شاعری کاہیکو پسند آنے لگی- اب شاعری مین تشبیہ معہ استعارات اور مبالغہ کے
بھرمار شروع ہوئی- وہ وہ خیالی مضامین شعرا نے دماغ سے اوتارے کہ جنکو اصلیت
اور واقعات سے کچھ بھی مس نہ تھا- یہہ ایسی بدشکل بدمزہ بدذایقہ سڑی اور بسانھدی
معجون تیار ہوئی کہ جس کے دیکھنے ہی سے صاحبان ذوق سلیم کے دل مین اس سے
ایک قسم کی نفرت پیدا ہوگئی-

✓ فی نفسہ شاعری ایک فن شریف و جوہر لطیف ہی- انسان کی ترقی مین اس کا
خاص حصہ ہی- اخلاق کی تہذیب اور تمدن کی اصلاح جس قدر اس کے ذریعہ سے ہوئی
اور دسائل سے اس قدر ناممکن تھی- تیہ دنیا کے کاروبار مین اوس کے ساتھی اور
تنہائی کے عالم مین اس کے مددگار رہے تھے- بیکسی مین بھی اس نے انسان کا ساتھ
نچھوڑا اور مصیبت کے وقت مین اپنے آپ کو ایک سرچشمہ تسکین ثابت کیا- لڑائی
مین بھی اس نے کارنمایان کئے- یہہ مشہور ہی کہ ایک خاص لڑائی مین سپارٹا Sparta
والے صرف ایک شاعر ہی کے مدد سے کامیاب ہوئے اور اس تنزل کے زمانہ مین
بھی یونان کی آزادی کا باعث یہ ہی شاعری ہوئی- لارڈ بایرن کی پرجوش نظم سے
ان کی حمیت کی رگ جوش مین آئی اور انھون نے ازسرنو اپنی آزادی حاصل کی-
زمانۂ جاہلیت مین یہ ہی عرب کا شعار تھا- جنگ کے وقت ان کی عورات کچھ جوش
دلانے والے اشعار گاتین جس سے انکا دریا شجاعت جوش زن ہوتا اور وہ اپنے دشمن
کے مقابل ہوتے یا اوس پر فتح حاصل کرتے یا اپنی جانین نثار کردیتے- غرض وجدانیات

شاعری کا پورا تسلط تھا - اس کے ذریعہ سے انسان کے فطری ولولے جوش مین آتے اور قدرتی جذبات کو حرکت ہوتی جس سے دنیا مین بڑے بڑے کام ظہور مین آے چونکہ شاعری کا ماخذ قوت متخیلہ اختراعی ہو - پس ایک خاص حد تک شاعری کی خوبیان خوبی رہتی ہین مگر جب اوس مین انسان حد سے زیادہ منہمک ہو جاتا ہو تو وہ خوبیان برائی کے ساتھ بدل جاتی ہین اور شاعری سے اخلاق و دماغ کو نقصان پہونچنے کا احتمال ہوتا ہو -

ایک شخص جو اکثر خیالی عجائبات کی سیر مین مصروف رہتا ہو - اسکو زندگی کے واقعات نفس الامری سے تشفی نہین ہوتی بلکہ وہ خیالی باتون کو سرچشمہ تسکین سمجھنے لگتا ہے - اس کو روزمرہ کی سچّی تحریک دلانے والے وسائل پھیکے اور بدمزہ معلوم ہوتے ہین - اور حقائق سے بالکل دلچسپی نہین رہتی - ہمدردی سنگین دلی کے ساتھ بدل جاتی ہے اور خود غرضی انسان کے دل کا قبضہ کر لیتی ہو رفتہ رفتہ وہ اچھا خاصہ شیخ چلّی ہو جاتا ہو - یہہ نقصانات ہین - جو اخلاق کو پہونچتے ہین - دماغ کو جو صدمات ہوتے ہین وہ یہ ہین کہ حد سے زیادہ قوت متخیلہ کی مصروفیت سے سچّے واقعات اور جھوٹے اختراعات مین کچھہ مابہ الامتیاز باقی نہین رہتا اور دونون کی مختلف شکلین بالکل مشابہ معلوم ہوتی ہین - کیونکہ خیالات روشن کا اعتقاد ہمعنان ہوتا ہو - زیادہ مصروفیت سے خیالی باتون مین حقانیت پیدا ہو جاتی ہے اور اعتقاد کو استحکام ہو جاتا ہو - یہی وجہ ہو کہ وہ لوگ جنکو مبدۂ فیاضی سے اعلیٰ قسم کی قوت متخیلہ عطا ہوئی ہے اس بات کا یقین رکھتے ہین کہ ان کے خیالات اور ان کے اختراعات واقعات اور حقائق کے ہم پلہ ہین -

اُردو زبان کی شاعری

اِس بات کی چھان بین کرنا - کہ اُردو زبان نے کب اور کن وجوہ سے جامۂ ہستی پہنا -

اور کس کس زمانہ مین اس مین کیا کیا تبدیلیان واقع ہوئین - ہماری بحث سے علٰحدہ ہی
یہان اس قدر کہدینا کافی ہو کہ اس زبان نے سنسکرت کی زمین مین فارسی کی آب ہوا
سے نشو ونما پائی ،، - اگرچہ نظم سکھے جانے کے بہت قوی اسباب موجود نہ تھے مگر پھر
بھی حسب دستور نظم ہی نے پہلے پہل اس زبان پر قبضہ کیا - اور جس طرح ہر ملک
مین شاعری کی ابتدا اور اوس کا عروج زمان جہالت مین ہوتا ہی اوسی طرح اُردو
شاعری کا ستارہ بھی اُس وقت طالع ہوا - جب مشرقی علوم کی شمع چراغ سحری تھی
بلکہ گل ہوچکی تھی - اور ہنوز نئی روشنی کا آفتاب افق مغرب سے طلوع ہوا تھا - اُس کا
عروج اوس وقت ہوا - جبکہ سپیدۂ سحر نمودار ہوچکا - مگر ابھی تک ایک عالم خواب جہالت
سے نہ چونکا تھا -

متقدمین شعرا اردو کو بھی کسی نئی چیز کے ایجاد کرنیکا فخر حاصل نہین ہی - البتہ ان کو
خیالات کے مترجم ہونے کی عزت حاصل ہی - ان لوگون نے براہ راست قدرت سے
کچھ حاصل نہین کیا - اور نہ اپنی شاعری کے لئے کوئی جداگانہ قواعد مقرر کئے - ان کے
واسطے فارسی شاعری کی سڑک تیار تھی یہ آنکھین بند کرکے اوسی سڑک پر ہو لئے - فارسی
شاعری کو اپنی شاعری کا پیمانہ جانکر اوسی کا تتبع کرنے لگے فارسی مین جو اقسام شاعری
تھے اونہین پر اردو نظم کو بھی منقسم کیا - اوسی زبان سے بحور اور اوزان عاریتًا لئے وہی
صنائع اور بدائع اپنی شاعری کے لئے قرار دے - قوافی و دیگر قیود نظم مین بھی اوسی
زبان کا چربہ اوتارا - غرض جو تقلید کے معنی ہین وہ پوری طرح سے ادا کئے - اردو شاعری
کو بچپن ہی سے روگ لگ گیا - یہ بچہ ابھی اچھی طرح چلنے ہی نہ پایا تھا کہ اس کے پانون مین
موٹی اور بھاری زنجیرین پڑگئین - اس وجہ سے اس زبان مین قدرتی شاعری کا پتہ نہین
مصنوعی شاعری البتہ موجود ہی - اوس مین نہ فطری جوش ہی اور نہ قدرتی ولولے -
وارنش کئے ہوئے شعرا کے پرانے خیالات موجود ہین - اس مین شک نہین کہ اس

خاص لائن مین انہون نے نمایان ترقی کی۔ اور بعض بعض معاملات مین اپنے استادون سے گوے سبقت لے گئے۔

اور قیود کو نظر انداز کر کے صرف قافیہ کو ملاحظہ کیجیے۔ اس سے شاعری کی اصلی ترقی کو سخت نقصان پہونچا۔ بیشک خاص خاص موقعون پر قافیہ بھی لطف سے خالی نہین۔ مگر اسی درجہ کی شاعری مین یہ مانع حسن کلام ہی کسی شاعر کی طبیعت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ اس کے اشعار سے کبھی ممکن نہین کیونکہ وہ جس طرح چاہتا ہی اپنے خیالات کو ادا نہین کر سکتا بلکہ اپنی طبعی جوش کو روک کر پہلے اس کو قافیہ تلاش کرنا ہوتا ہے اور پھر جس مضمون کو قافیہ چاہتا ہے وہی اس کو اکثر اپنی مرضی کے خلاف لکھنا پڑتا ہی۔ پھر قافیہ کوئی آسان چیز نہین یہ ایسی مشکل شئی ہے کہ ایک جداگانہ علم قرار پا گیا ہے۔ جس مین بہت سی کتابین لکھی جا چکی ہین۔ جس طرح شاعری کا قافیہ سد راہ ہی اوسی طرح قافیہ کی وسعت کو ایطاء جلی اور ایطاء خفی اور اسی طرح کی دوسری بحرون نے محدود کیا ہے۔ ایک شاعر بہت ہاتھ پانون بچا کر کچھ لکھتا ہی۔ اسکے خیالات کی شکل مسخ ہو جاتی ہی۔ آمد آورد بن جاتی ہے۔ اور پھر بھی کلام عیوب شاعری سے پاک نہین ہوتا۔ تھوڑے اشعار اور معمولی خیالات مین قافیہ نبھہ سکتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کی مسلسل اور طولانی نظمون مین اس کی پابندی سخت مشکل ہے۔ مگر اردو مین قافیہ کی یہانتک پابندی کی گئی ہے کہ جسکی وجہ سے کوئی پایہ کی بڑی نظم نہین لکھی گئی۔ یہ بھی بہت غنیمت ہی۔ کہ بعض حوصلہ مند طباع و ذکی لوگون نے باوجود اس سخت قید کے ایسے اشعار لکھے ہین کہ جن کے سننے سے طبیعت وجد کرتی ہے اگرچہ ان سے بھی کوئی عمدہ دلچسپ دل کی بیچین کرنے والی۔ پر مغز۔ مسلسل۔ طولانی نظم نہین لکھی گئی۔ ایسی نظم کی اردو مین بہت ضرورت ہی۔ جسکے بغیر اس زبان کی شاعری نامکمل ہی۔

دوسری مصیبت اردو شاعری مین رعایت اور ضلع ہی۔ یہ ایسا عام مرض ہی کہ

اس سے کسی زبان کی شاعری محفوظ نہین اور غالباً تمام ملکون کے بڑے بڑے سخن سنج اور سخن فہمون کو اس نقص کا اعتراف ہی - اردو کا ذکر بالتخصیص اس غرض سے کیا گیا کہ مضمون ہذا کے شق ثانی کی سُرخی اردو شاعری ہی علاوہ اس کے اردو شاعری مین رعایت کی رعایت اس درجہ کی جاتی ہی کہ شاعر کو نفس مضمون کا مطلق خیال نہین رہتا اور بیچارہ رعایت کی فکر مین سرگردان رہتا ہی - اس خاص معاملہ مین شاعر کا قصور نہین وہ بھی غریب مجبور ہی - ملک کا مذاق ہی ایسا بگڑا ہوا ہی کہ سادگی لوگون کو پسند ہی نہین - اکثر شاعرون مین دیکھا گیا ہی کہ سلیس - صاف اور پُر مطلب شعر کی کوئی داد نہین دیتا - مرصع پیچیدہ - اور لغو شعر پر وہ ہنگامہ برپا ہوتا ہے کہ کان کے پردے پھٹنے لگتے ہین - بس کچھ تو شعرا کی طبیعتین رعایت پسند اور کچھ ملک کا مذاق رنگین - او نگتے کو ٹھیلتے کا بہانہ - شاعرون نے وہ وہ پر رعایت شعر نکالے کہ جن سے عوام کے مذاق کو کسی قدر مدد ملی مگر صاحبان ذوق سلیم کو خود شاعری ہی سے ایک قسم کی نفرت ہو گئی - رعایت کے بھی دو پہلو ہین - ایک اچھا اور ایک بُرا - اچھا پہلو یہ ہی کہ کسی شعر کے الفاظ مین رعایت بیساختہ طور پر واقع ہو - اور اس مین بناوٹ نہ پائی جائے - ایسی رعایت شعر مین ایک خوبی پیدا کر دیتی ہے مگر اس کا عکس - یعنی ایسی رعایت جسمین بالکل تصنع پایا جاسے اور جسکی خاطر سے کوئی شعر گڑھا جاسے - بدنما معلوم ہوتا ہی - عمدہ قسم کی رعایت کی ایک یہ بھی پہچان ہی - اگر اس شعر کو جسمین رعایت ہو کسی دوسری زبان مین ترجمہ کیا جائے تو اُس رعایت کی خوبی نہ بگڑے ورنہ وہ رعایت پسج ہے -

ر شاعری کے دلچسپ ہونے کے جو اسباب ہوتے ہین - اُن مین سے اُردو شاعری مین ایک بھی موجود نہین - نہ اوس مین حسن قدرت کی تعریف ہی - اور نہ وہ مختلف انسانی خیالات کا آئینہ نہ اس مین اخلاقی مضامین ہین اور نہ تمدنی معاملات نہ اُسمین

تاریخی باتین ہین اور نہ قومی حالات ۔ عشقیہ مضامین کی یہ شاعری ایسی گرویدہ ہی کہ گویا اس مین دوسرے مضامین کی کھپت ہی نہین ۔ اس کے مطالعہ سے اس کے سوا کچھ نہین معلوم ہو سکتا کہ ایک زمانہ ہوا پرست ہی اور سب کے سر پر عشق کا جن چڑھا ہوا ہے ۔ عشق کا بھی اگر سچا فوٹو کھینچا جائے تو کچھ کم نہین ہی ۔ مگر بالکل بے سر و پا باتین انسان کے دل پر کیا اثر رکھہ سکتی ہین ۔ جب ہم دیکھہ رہے ہین کہ ہمارے سامنے ایسی تصویرین ہین جو اس دنیا کے باشندون سے کچھہ مشابہت نہین رکھتین تو ہم کو کچھہ تحریک نہین ہو سکتی بلکہ اُن سے ایک قسم کی ہیبت سما جاتی ہے جو ہمارے اصلی جوش کو فرو اور ہمارے زندہ دل کو مردہ بنا دیتی ہے ۔

ہمارے شاعرون نے جب دیکھا کہ ان کا معشوق (یعنی شاعری) سادگی کی خوبین سے قطعی معرا ہے ۔ تو انہون نے اس کے واسطے تشبیہ اور استعارات کا زیور تیار کیا ۔ اور اس کو اس ترکیب سے سنوارا کہ اس کے ساتھہ لوگون کو ایک قسم کی دلچسپی ہو گئی ۔ اسی پر انہون نے اکتفا نہین کیا بلکہ اس زیور سے اس کو ایسا لاد دیا کہ اس کی اصلی شکل بالکل چھپ گئی اور نزاکت کے بجائے اس مین ایک طرح کا بھدا پن آ گیا ۔ گو معمولی آنکھہ اس نقص کو نہ دیکھہ سکی ۔ مگر نظر باز نگاہ پر اس کی قلعی کھل گئی ۔ گو ان کو قدرتی شاعری سے حصہ نہین ملا ۔ مگر مصنوعی شاعر کو درجہ کمال پر پہونچا دیا ۔ انہون نے خیالی بنیاد پر ایک شاندار خیالی عمارت چنی جو خیالی دنیا کے رہنے والون کے لئے ایک دلکش نظر فریب اور قابل قدر چیز ہی ۔ چونکہ اس شاعری کی بنیاد ہی واقعات پر نہین ہی تو شعرا نے اس کو غیر قدرتی بنا دینے مین ۔ کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا ۔ تشبیہ اور استعارات تو موجود ہی تھے ۔ اسپر مبالغہ کو اور اضافہ کیا ۔ اور مبالغہ بھی کوئی معمولی مبالغہ نہین بلکہ انتہا درجہ کا مبالغہ ۔ ان کے کلام سے یہ نہین معلوم ہوتا ہی کہ وہ کسی انسان کے خیالات نہین بلکہ وہ کسی ایسے شخص کے خیالات

ہین - جو عالم بالا کا رہنے والا ہی - اور وہ انسانی طبیعت انسانی جذبات انسانی معاملات کو مطلق نہین سمجھتا - ہمارے شعرا نے مبالغہ مین یہان تک دستگاہ حاصل کی ہی کہ ان مین اور ایک مجنون مین صرف اس قدر فرق ہی کہ وہ جو کچھ بکتا ہی اس کے سچ ہونے کا بھی یقین رکھتا ہی اور یہہ جو کچھ فرماتے ہین اسکو سچ نہین سمجھتے - اگر یہ فرق بھی اٹھ جاے تو ایک شخص کو شاعر اور پاگل کے شناخت مین سخت دقت واقع ہو -

اردو نظم کی چار بڑی قسمین ہین - مثنوی - قصیدہ - غزل - مرثیہ - ان چارون پر مین علیحدہ علیحدہ ریمارک کرونگا ہمیشہ ہر زمانہ اور ہر ملک مین مثنوی ایک اعلیٰ درجہ کی نظم خیال کی گئی ہے معمولی شعرا کے خیال کے پرواز سے اس کا درجہ بہت بلند ہی - ہر ملک مین مثنوی پر ایسے شعرا نے طبع آزمائی کی ہے - جو اوس زمانہ اور اوس ملک مین اپنا ہمسر نہین رکھتے تھے - اور جنکی نکتہ سنجی اور بلند پروازی مسلم ہوتی تھی - اور جن کے معلومات کا ذخیرہ بہت وسیع ہوتا تہا - اکثر ان مین کے بڑے جلیل القدر عالم تھے اور بڑے نامور حکیم تھے - اس کلیہ کی وجہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ مثنوی ایک مسلسل طولانی اور پر مغز نظم ہوا کرتی ہے - اس کا مضمون نہایت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہی - اس مین تاریخی - اخلاقی - تمدنی - قومی - سچے عشقی معاملات فلسفیانہ طور سے ادا کئے جاتے ہین - تمام دنیا کی بڑی بڑی مثنویون مین ایسے ہی حالات ہین - اردو زبان مین اول تو مثنویان بہت کم لکھی گئی ہین - اور جو لکھی گئی ہین - ان مین ایسی باتون کا کہین پتہ بھی نہین کسی جھوٹے اور لغو قصے کو شعرا نے نظم کردیا - جن لوگون کا مثنویون مین ذکر ہی - وہ شاید کبھی اس دنیا مین پیدا بھی نہین ہوئے - فرضی اشخاص مان لئے گئے اور انکی طرف فرضی باتین منسوب کردی گئین - اسپر ایک اور غضب کہ سوا جھوٹے عشقی باتون کے اور ان مین کچھ نہین - اسپر بھی اس زبان مین دو ایک مثنوی ایسی ہین جو وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاسکتی ہین - اون سے اور کچھ نہین تو شعرا کی زبان کی

شستگی خیالات کی پختگی ان کی طبیعت کی روانی جھوٹ کو سچ کر دکھانے کی قابلیت پائی جاتی ہو۔بیشک جھوٹ کو سچ کر دکھانا ہمارے اولوالعزم شاعرون ہی کا کام ہو۔

قصیدہ۔یہہ قسم نظم۔ ننگ شاعری ہو۔معدودے چند قصیدون کو چھوڑکر جو بزرگان دین کی شان مین لکھے گئے ہین۔ اور سب قصائد بادشاہ امرا اور دولت مند لوگون کے شان مین تصنیف ہوئے ہین۔کچھ تو ممدوح خوشامد پسند اور کچھ مداحون کو ان سے وصول کرنا منظور۔اس سبب سے قصیدون مین دروغگوئی کذب خوشامد سے وہ کام لیا ہو کہ الامان۔ ایک قصیدے کو پڑھکر کوئی عقلمند یہہ نہین بتلا سکتا۔کہ اس مین کس قدر سچ ہو اور کس قدر جھوٹ۔ دونون کی اگر نسبت نکالی جاے تو شاید سچ اتنا ہو جتنا آٹے مین نمک۔ بلکہ اس سے بھی کم۔کسی شکستہ حال رئیس کا اگر جمشید کو دربان سکندر کو غاشیہ بردار بنایا تو سمجھے کہ کچھ تعریف نہ ہوئی۔کسی کمزور کو اگر رستم ثانی کسی بخیل کو اگر حاتم کا جواب۔کسی ظالم کو نوشیروان وقت ٹھہرایا تو اوس کے لئے ہجو کی۔کیونکہ مبالغہ کے بدولت یہ نامہاے نامی ایسی چیز ہو گئے ہین۔کہ ان کو خادم بنا دینے سے بھی کچھ ممدوح کی عظمت نہین ثابت ہوتی۔ ہان ممدوح مین اگر انبیا نہین بلکہ خدا کے صفات ثابت کئے جائین تو سمجھئے کہ کچھ تعریف ہوئی۔ الغرض اگر غور سے دیکھئے تو قصیدہ سے ممدوح کے صفات پر الٹا پردہ پڑ جاتا ہو۔ اور اگر خود ممدوح اپنی مدح پڑھے اور ذرا تامل کرے تو معلوم ہو جاے کہ اسکو کس قدر بنایا گیا ہو۔اور اگر ذرا غیرت کو بھی کام فرماے تو بیچارے کو مرنا پڑے۔کیونکہ نہ وہ صفات اس مین موجود ہونگے اور نہ وہ اپنے آپ کو جینے کے قابل خیال کریگا۔ ہمارے شعرا نے جھوٹ اور خوشامد کو اپنے فرائیض منصبی مین داخل سمجھ لیا ہو۔وہ یہہ نہین جانتے کہ ایسی ہزلیات سے شاعر کا رتبہ بہت بلند ہو۔ اسکو خلاصۂ وقت اور وکیل زمان ہونا چاہیئے اور اس کے کلام کو اس وقت کے خیالات کا آئینہ۔یہہ بھی بہت غنیمت ہو۔کہ قصیدہ گوئی کوئی آسان کام نہین بڑے بڑے نامی شعرا نے قصیدے لکھے ہین۔ اگر کہین چھوٹی است کے لوگون کو بھی قصیدہ لکھنے پر دسترس ہوتا تو خدا جانے بیچاری شاعری کی کیا گت ہوتی۔

غزلیات کی اس شاعری مین وہ کثرت ہر کہ گویا غزل گوئی شاعری کا مرادف ہوگئی ہر
اگر کوئی شخص ایک شاعر کی اپنی دستی تصویر کھینچے تو وہ لباس غزل گو مین اس کو دکھلائی دیگا۔
غزل مین کچھ ہجر کی آفت وصال کے اشتیاق انتظار کی مصیبت وغیرہ وغیرہ کا ذکر ہوتا ہی
اس خاص شاخ مین شعرا نے نمایان ترقی کی ہر۔ اس کی وجہ یہہ معلوم ہوتی ہر کہ اول تو غزل کے
اشعار کم ہوتے ہین - اور پھر ان مین کچھ علاقہ نہین ہوتا۔ یہانتک بے تعلقی بڑھی ہوئی ہر کہ دو
شعرون کے مضمون مین بھی مطابقت نہین ہوتی - ایک شعر مین معشوق کے زلف کی تعریف
ہر تو دوسرے مین ہجر کی مصیبت کا ذکر ہو تیسرے مین وصال کی امید کا اظہار چوتھے مین انتظار
کی تکالیف کا بیان - پانچوین مین معشوق کے بیوفائی کی شکایت - غرض مطلع سے مقطع تک
مختلف مضامین ہوتے ہین - اگرچہ یہہ معمولی باتین بھی اس غیر قدرتی طور سے جو اس شاعری
کا خاصہ ہر ادا کی گئین ہین۔ مگر ایک خیال نہایت ہی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہی - ہمارے شعرا
اپنے معشوق کو اس درجہ بیوفا باندھتے ہین - کہ اس کو دوسرون کا عاشق گردانتے ہین -
اور اپنی طرف اس کی کم التفاتی کی شکایت کرتے ہین - اور باوجود اس کی بے اعتنائی کے
خود مرے چلے جاتے ہین - اس ناپاک مضمون مین عجیب عجیب باریکیان نکالی گئی ہین سمجھہ مین
نہین آتا کہ ایسے ہرجائی معشوق کے وہ کیونکر گرویدہ ہین - اور اس کی تعریف مین انکی طبیعت
اور زبان کیونکر یاری دیتی ہے - بظاہر اس کے دو سبب معلوم ہوتے ہین اول تو ہمارے
شعرا جھوٹے عاشق ہوتے ہین اور اس وجہ سے ان کا جذب عشق کچھ تاثیر نہین رکھتا -
دوم پردے کی عمدہ رسم کی وجہ سے عام طور پر اظہار عشق کا موقع نہین ملتا - مجبوراً وہ ارباب
نشاط کے ساتھہ اپنا تعلق ظاہر کرتے ہین - اور اس قوم کی بیوفائی ضرب المثل ہر یہی رسم
پردہ - جیساکہ خواجہ الطاف حسین حالی سلمہ اللہ تعالی نے حیات سعدی مین فرمایا ہر - اظہار امرد پرستی
کا بھی باعث ہوئی - اس زمانہ مین غزل گو شعرا کی وہ افراط ہو کہ بیچاری غزل کا بھی قافیہ تنگ ہی
جسکو دیکھئے اس خبط مین گرفتار ہی - خداوند کریم اس وبائی مرض کو جلد دور کرے اور لوگون کو اسکی

چنگل سے نجات دے آمین۔

مرثیہ اگرچہ ہر واقعہ جانکاہ کے بیان کو کہہ سکتے ہین۔ مگر اردو زبان مین یہ جناب امام حسین علیہ السلام کے حالات اور معرکہ کربلا کے پرحسرت اور افسوسناک واقعات کے ساتھ مخصوص ہی مذہبی خیالات کو علیحدہ کر کے بھی دیکھا جاے تو اردو مین صرف یہی ایک قسم شاعری ہی جسمین اعلی مضامین ادا کئے گئے ہین۔ اگرچہ اس مین بھی تشبیہ اور استعارات کی افراط ہی اور گھوڑے اور تلوار کی تعریف مین حد سے زیادہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہی۔ مگر اس نقص کی رعایت کے بعد بھی مرثیہ اپنے بلند پایہ سے نہین گرتا۔ وہ ایک کلام جامع ہے جسمین ہر قسم کے مضمون سے انسان لطف اوٹھا سکتا ہے۔ اگر مرثیہ کو شاعری سے جدا سمجھا جاے تو اردو شاعری بہت ہلکی معلوم ہوتی ہے۔ فخر شعراے ہند میر انیس مرحوم کو فصاحت۔ بلاغت برجستگی۔ زبان کی پاکیزگی۔ خیالات۔ متانت و سنجیدگی بیان۔ انوکھی طرز ادا۔ دلکش الفاظ۔ سلجھی ہوئی ترکیبون نکھری ہوئی بندشون کے لحاظ سے اور نیز انسانی خیالات کی واقفیت اور عمدہ منظرون کی دلچسپ تصویر کھینچنے کی وجہ سے دنیا کے مشہور شعرا مین بلند مرتبہ حاصل ہی۔

ہندوستان کے مسلمانون اور اون اقوام کے جنکو اس زبان سے تعلق ہی تنزل کے اسباب مین سے اگر غور کیا جاے تو ایک بڑا سبب شاعری معلوم ہوگی۔ یہہ تو ایک مسلم بات ہی کہ ہمارے شعرا دنیا کے کسی کام کے بھی نہین گویا اونکا وجود ہی عبث ہی۔ مگر میری راے مین وہ محض ناکارہ نہین ہین۔ شاید وہ ہمارے تنزل کو ترقی دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہین اور اس مین اون کو پوری کامیابی ہوئی۔ ادہر جوانی کا بھوت سر پر چڑہا اور ادہر ہمارے اس جنون خیز لٹریچر پر دسترس ہونے سے نوجوانون کے خیالات مین دونی شورش پیدا ہوگئی۔ اون کے اخلاق اور دماغ کو ملکی اور تمدنی حالات کو سخت صدمے پہونچے ان کے قواے بہیمی کو اس درجہ مدد ملی کہ وہ لفظ انسان کے مفہوم سے خارج ہو گئے۔ اخلاق اور دماغ کو وہی نقصانات پہونچے جنکا ذکر مین مضمون ہذا کی شق اول کے اخیر مین کر چکا ہون چونکہ ہماری شاعری کی

بنا رخیالی جھوٹے عشقیہ مضامین پر ہو۔ اس سبب سے اخلاقی قوتین اور ذہنی قوی بہت ہی کمزور ہو گئے۔ اور یہ کمزوری دنیا کے کاروبار مین بہت حارج ہوئی۔

ہمارے ملک کی حکومت خدا نے ایسی قوم کو دی ہو جسکے اکثر افراد حکیم۔ فلسفہ دان سورخ۔ طبیعات کے موجد حقائق پسند ہین۔ اور اون کی عمدہ زبان اونکے خیالات کا آئینہ جب یہ ملک ان لوگون کے تصرف مین آیا اون کی زبان رموز سلطنت کے سمجھنے کا ذریعہ اور کسب معاش کا وسیلہ آن ٹھیری۔ ملک مین نئے قسم کی تعلیم جاری ہوئی۔ اب تواریخ۔ جغرافیہ۔ ریاضی۔ فلسفہ۔ منطق۔ طبیعات کے درس ہونے لگے۔ یہ خواہش تو ہمارے دل مین کاہے کو ہونے لگی کہ رموز سلطنت کے سمجھنے کی قابلیت پیدا کرکے اور مشیر دولت بننے کی غرض سے تحصیل علوم مین مصروف ہون۔ مگر کسب معاش نے ان علوم کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کیا۔ طوعاً و کرہاً پڑھنے لگے تو تازہ مصیبت سر پر آئی۔ تعلیم ساری مذاق کے خلاف نہ اوس مین مضامین نہ دل چسپ قصے عشقیہ پھڑکتے ہوئے اشعار نہ زلف کی تعریف نہ کمر کا ذکر۔ ایک مصیبت ہو تو بیان کی جاوے۔ ہم خوگران پاک مضامین کی وہان یاد کرنا پڑین پھیکے تاریخی حالات لمبے ٹیڑھے بیہودہ جغرافیہ کے نام۔ ریاضی کے اصول۔ فلسفے کے مسائل۔ طبیعات کی ناکارہ باتین تاریخ جغرافیہ کو تو خیر رٹ بھی لین مگر اور مضامین کے سمجھنے کو دماغ کہان سے لائین۔ دماغ ایسے ٹھوس ہوئے طبیعتین ایسی نارسا ہوئین کہ بیچارے سید احمد خان کو مضمون لکھوانے پڑے۔ یہ ساری آفتین اس شاعری کی بدولت نازل ہوئین اس کا اندازہ وہ شخص کرسکتا ہو جسکو انگریزی پڑھنے کا کام اس وقت پڑا ہو جبکہ اس کمبخت شاعری کا رنگ اس کی طبیعت پر چڑھ چکا ہو۔

جب ہم عقل کو کھو بیٹھے ہر قسم کی تعلیم سے عموماً اور انگریزی تعلیم سے خصوصاً محروم ہوئے۔ تو ملکی خدمات نے بھی ہم سے کنارہ کیا۔ ملکی خدمات ملنا موقوف ہوا تو افلاس نے گھیرا۔ افلاس مین گھیرے ہوئے تو بغض حسد۔ کینہ نفاق۔ اور تمام کمینہ خیالات پیدا ہوئے۔ اب آئے دن

کی لڑائی جھگڑے ہونے لگے۔ ایک کو دیکھکر ایک جلنے لگا۔ ممنوعات شرعی کا اس زور شور سے رواج ہوا کہ شیاطین بھی ہماری سوسائٹی سے پناہ مانگنے لگے۔ ان ساری مصیبتون کے اور بھی اسباب ہونگے مگر شاعری کا بھی ان مین بہت بڑا حصہ ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ بعض بزرگون کے شور و غل نے لوگون کو خواب غفلت سے چونکایا ہے۔ اور انھون نے اپنی اولاد کو سیدھے راستہ پر لگانا شروع کیا ہے۔ یقین ہے کہ اگر وہ ایسا کئے گئے تو کچھ عرصے کے بعد قوم کی حالت سنبھل جائے خدا قوم کے نوجوانون کو دونین اچھا مذاق پیدا کرے اور ان کو شاعری کے پھندے سے محفوظ رکھے۔

لوازم شاعری

از خان بہادر جناب مولوی سید علی محمد صاحب شاد آنریری مجسٹریٹ پٹنہ

بہت ہین نظم کے بارے مین مختلف رائین — کسی کا قول ہے کچھ اور کسی کا کچھ دعوا
کوئی تو کہنہ روش کو پسند کرتا ہے — کسی کی طبع ہے طرز جدید کی شیدا
ہماری رائے ہے اس باب مین غرض جو کچھ — خلاصہ اوس کا ہم اس جا پہ کرتے ہین املا
مقدم اس مین ہے خود شاعرون کی چھان بنان — کہ شاعری کسے موزون ہے کس کو نازیبا
تو حق یہی ہے کہ شاعر ہو فطرتی شاعر — بغیر کسب کے ہو جوش اوسکے دل مین بھرا
طبیعت اس کی ہو بے اختیار مائل نظم — ہو سر مین کاکل مشکین نظم کا سودا
تعلق اس کو ہو طبعی کلام موزون سے — کہے جو شعر تو سامع کی بھی نہ ہو پروا
رؤس علم سے بھی باخبر ہو حتی الوسع — فنون شعر پہ حاوی ہو اوس کی طبع رسا
علاوہ علم کے ادراک مین بھی تیزی ہو — رہین بیان کے نتائج پہ اوسکی آنکھین وا
ضرورتون سے بھی آگاہ ہو زمانے کی — مذاق ملک سے بھی بے خبر نہ ہو اصلا
میسر آئی ہو سب طرح کی اوسے صحبت — ملا ہو سب سے اَدانی سے لیکے تا اعلا

[illegible]

طبیعت اس کی تعصب سے اجتناب کرے
ہو اختلاف مذاہب پہ بھی نظر حاوی
تو ایسے شخص کو لازم ہے شاعری کرنا
یہ نعمتیں جسے دین ہون خدا نے از رہ فضل
مگر بہت سے ہین اس راہ مین خس و خاشاک
رہی یہ بات کہ طرزِ کلام کیسا ہو
صفت کلام کی تفصیل و شرح و بسط کیا تھا
ضرورت اوس کے بیان کی نہین ہے اس جا پہ
کہ سب سے بڑھ کے سخن مین ہے صنعت تشبیہ
ادیب لازم معنی پہ سب کے غور کرے
اگر ہین لازم ملزوم مین وسائط کم
وسائط اس مین بڑہین جس طرح کثیر زیادہ
خلاصہ یہ کہ بہت دور کی نہ کوڑی لائے
نہین لطیف وہ تشبیہ غیر حسی بھی
یہی ہے رای کنایات و استعارے مین
مبالغے مین بھی تبلیغ ہو کہ ہو اغراق
غلو کے باب مین ہے رای بر خلاف مری
اسی طرح جو صنائع خلاف فطرت ہون
وہ صنعتین جو حقیقت کو مشتبہ کردین
اسی پہ ختم مین کرتا ہون بحث معنی کو
رہی صنائع لفظی تو وہ بھی ظاہر ہے

گداز ہو دل عاشق مزاج بھی اوس کا
خصوص ہو فن تاریخ مین ید طولا
رہے وہ غرق جو تکمیل مین تو ہے زیبا
اگر وہ اس مین ریاضت کرے تو ہو یکتا
ہو دیکھ بھال کے وادی نظم مین پویا
کہ اہل فہم کہین جسکو واقعی اچھا
فن بیان کی کتابون مین ہے رقم ہر جا
فہیم کے لئے کافی ہے بس یہی نکتا
کئی اسی کے ہین اقسام منضبط ہر جا
کہ واسطے ہین کم ان معنیون مین یا کہ سوا
تو ایسی شکل سے تشبیہ مین ہے لطف سوا
تو اس سے ہوگا پراگندہ فہم سامع کا
کہ سننے والون کو اک انزجار ہو پیدا
مشبہ بہ ہو فقط جسمین وہم سے پیدا
کہ جسمین لطف نہ ہو اس سے اجتناب اولی
نتیجہ ہو جو موثر تو شعر مین ہے روا
کہ اس سے کوئی نتیجہ نہین عجب کے سوا
کبھی لطیف نہین نظم و نثر مین حاشا
کرینگے قطع نظر اون سے بالیقین عقلا
کہ ہین بھی ایسے صنائع مین مختلف حکما
کہ لفظ پر ہے مقدم لطافت معنا

خلل صنائع لفظی سے جب ہو معنی مین — تو اہل ذوق پہ لازم ہی ترک تام ان کا
نہ یہ کہ لفظ مین ہو جائین منہمک ایسے — کہ اصل ماحصل مضمون کی بھی نہ ہو پروا
یہ مانتا ہون کہ وسعت نہین ہی اردو مین — کچھ اور تنگ کرین اسکو یہ نہین زیبا
چڑھے ہوے ہون زبانون پہ سب جو الفاظ — لغت کو ڈھونڈہ کے صحت سے اسکی مطلب کیا
یہی کہ اصل زبان مین ہی اس طرح یہ لغت — محاورون پہ یہ ایراد بے محل کیسا
وہ لفظ جسکی ہو شہرت فقط گنوارون مین — نہ بولتے ہون جسے بھولکر کبھی شرفا
وہ لفظ جس کی رکاکت ہو بر ملا ظاہر — سنین تو ہون تبسم بہ زیر لب فصحا
وہ لفظ صرف جو ہو اہل شوق مین رائج — وہ لفظ جس سے نہ مانوس ہون کبھی شعرا
وہ لفظ صرف جو ظاہر مین خوشنما ہو مگر — گھٹے کچھ اور بھی جس سے لطافت معنی
وہ لفظ ترک کیا ہو جسے فصیحون نے — بجاے نشہ بالفتح جس طرح سے نشا
تو ایسے لفظ کا حکماً بہت ضرور ہے ترک — لگے نہ تا کہ فصاحت مین نظم کی دھبا
بعینہ یہی حالت ہے ایسے لفظون مین — کہ جن سے کچھ نہین مطلب رعایتون کے سوا
چلے عبارت اردو مین اہل فارس کی چال — کہ تا نہ صورت ظاہر ہو اوس کی نا زیبا
کئی زبانون سے ملکر بنی تو ہے اردو — زیادہ اس مین فقط فارسی ہی یا بھاشا
زبان فارس کی تحصیل سب سے اقدم ہی — بغیر اس کے کوئی اوسکو لکھ نہین سکتا
بہت ضرور ہی اردو کو فارسی دانی — نہ جانتا ہو جو بھاشا تو کچھ نہین پروا
جدا کرے بھی اگر کوئی فارسی سے اسے — یہ لاعلاج تعلق مٹا نہین سکتا
اسی لئے ہی تتبع بھی فارسی کا ضرور — خراب ہو گا بغیر اس کے نظم کا خاکا
مگر تتبع لفظی کی صرف حاجت ہے — کچھ اس قدر نہین لازم تتبع معنی
جہان تلک ہو مری دستگاہ اس فن مین — مجھے پسند ہی انداز اہل یورپ کا
قلم سے لیتے ہین وہ لوگ جو قلم کا کام — اوتار لیتے ہین گویا کہ ہو بہو نقشا

مبالغہ ہو نہ اغراق اونکی مضمون مین — وہ صنعتین نہین جو واقعی ہین بے سر و پا
وہ جانتے نہین اعلی کا آم کر دینا — جسے سمجھتے ہین معراج ادہر کے سب شعرا
بیان مین اونکے اثر خیز لفظ سب شیرین — کہ جسکے سنتے ہی سامع کو جوش ہو پیدا
نمک کلام مین اتنا کہ اہل ذوق ہون خوش — بلیغ اصل مضامین سلیس طرز ادا
بعینہ نگر اونکی ضرور کیا تقلید — کہ مقتضی بھی تو ہر ایک ملک کا ہے جدا
ہر ایک چیز کو اس کی جگہہ پہ غور کرو — کہ مقتضاے طبیعی ہے اس جگہ کا کیا
سہان کا ذوق سلیم اسکو جب کرے تسلیم — تو ویسی بات کی تقلید ہو سکے گی روا
وہ شی تو خوب ہو لیکن بحالت تقلید — وہ رنگ روپ سلامت نہ رہ سکو اصلا
مزید یہ کہ نہ ہو مقتضاے طبعی ملک — پھر اہل ذوق بھی اس کا اوٹھا سکین نہ مزا
اوتارنے کو اوتاری اس اصل کی یون نقل — کہ اصل شی کا بھی بالکل بدل گیا نقشا
تو ایسی نقل کا حاصل نہین بجز اسکے — کہ اصل شی سے بھی ہو اہل ذوق کو ایذا
رہی یہ بات کہ اُردو کی نظم کیسی ہو — کہ خاص و عام کے دل پر اثر کرے پیدا
تو اس مین راے وہی صاف صاف ظاہر ہے — سیاق نظم کو دیکھو مین کہ رہا ہون کیا
مذاق ملک کو سمجھے ضرور تین دیکھے — کرے وہ امر جو ہو مقتضی زمانے کا
محاورون مین دل آویزی و متانت ہو — مفید خلق ہو مضمون و حاصل معنے
بیان کرے جو کوئی بات نظم مین اپنی — تو اصل حال کی تصویر کھینچ دے گویا
طریق نظم سخن کا وہ اختیار کرے — کہ مان لین اسے طرز قدیم کے شعرا
غزل مین صرف کرے حسن و عشق کو مضمون — نصیحتین بھی رہین گو نہ اسکی ہون شیدا
کہ حسن و عشق مجازی نہو حقیقی ہو — جسے عبادت روحی سمجھے ہین عرفا
اگر مجاز کا پہلو بھی ہو تو ایسا ہو — کہ اہل حال کے دل پر ضرور ہو افشا
جو ہون ادب کے مخالف وہ لفظ ترک کرے — پھرے نہ کوچہ عرفان مین آکے بے سر و پا

مجاز کے لئے جو بات ہے فقط شایان — کسی طرح سے حقیقت کے وہ نہین ہے روا
غزل مین صرف کرے حکمت الٰہی کو — نہ یہ کہ طائفہ داورون کا نظم ہو نخرا
سلیس لفظون مین لے آئے فلسفی مضمون — کرے مسائل عرفان محاورون مین ادا
کہان مسائل حقانیت کہان وہ روش — کہ جسکو پڑھ کے ہویدا ہو خود اپنے دل مین حیا
یہ مانتا ہون کہ اگلون نے یون کہا ہی مگر — تتبع اون کا اسی مین کرے ضرورت کیا
بیان اصل حقیقت کرے مگر کیونکر — کہ ہو مجاز کا ہلکا سا بیچ مین پردا
علاوہ اس کے قصیدون مین کیا ضرورت ہے — کہ ہر امیر کو کہدین سکندر و دارا
بخیل اصل مین وہ ہو مگر بحسب طمع — بنائین نظم مین ہم اوسکو حاتم و کسرا
نہ اوس کے دل پہ اثر ہو نہ اپنے دل مین اثر — نتیجہ یہ کہ نہین دیکھ دیکھ کر عقلا
از آن قبیل سمجھیے بہت سی باتین ہین — کہ جن کو پڑھتے ہی بیزار ہوگا ہر دانا
اثر زیادہ ہو سامع پہ نثر کی نسبت — اسی لئے ہے فقط شعر و شاعری کی بنا
خلاف فطرت و انسانیت ہو جو مضمون — تو اوس مین قوت جذب قلوب خلق کجا
کچھ اون سے بحث نہین جو نہین ہین داخل بحث — کلام ہوتے ہین جن کے ہمیشہ بے سر و پا
غرض مری ہے اون ایسون سے ہین جو فہمیدہ — سمجھ کے چلتے ہین وادی نظم کا رستا
بہت ہوا ہین ہین طرز قدیم کے عاشق — بہت سے ان مین ہین طرز جدید کے شیدا
بہت سے وہ ہین کہ جنکی غرض یہی ہو صرف — محاورون مین فقط شوخیان کرین پیدا
تو دست بستہ مری عرض ہے قصور معاف — کہ اب زمانہ نے بدلا ہے اور پیرایا
مین برخلاف نہین شاعری کے بلکہ اسے — کئی فنون سے سمجھتا ہون اشرف و اعلا
بشرط آنکہ نتیجے ہون شعر کے معقول — نہ یہ کہ سلسلہ اوس مین فقط ہو لفظون کا
ہو استعارون کی فرضی بناؤن کی بھرمار — ان استعارون مین ایہام کا رہی پردا
کہ جسکو سنکے تعجب تو ہو اثر ہو خلاف — کہے یہ عقل کہ ان کاوشون کا حاصل کیا

فراق و وصل و گل و بلبل و بہار و خزان
کمال حسن و دل آویزی کرشمۂ حسن
ریا بھری ہوئے پند و نصائح واعظ
قصور و حور و جن و انس و آسمان و زمین
یہ سب اگر ہون مناسب جگہ پہ مستعمل
اساتذہ بھی وہ عارف جو اپنے وقت کے تھے
تو شاعری نہین اک قسم کی عبادت ہے
جو اس طرح کے مضامین مین صاف کھلتے ہین
مگر جو اسکے مخالف ہے نیت شاعر
کہ معرفت نہین یہ ہے فقط ہوسناکی
وہ شعر کیا؟ کہ بزرگون کے سامنے جو پڑہین
کہین ابھار جوانی کا شعر مین ہو نظم
مرے زمانے مین اخلاق سوز کیون ہے یہ فن
ہر اک زبان پہ ہے بانگ نا و لا غیری
غضب یہ ہے کہ ریاضت کے بعد بھی اکثر
ہے شاعرون کو گویون کی طرح طعن سے کام
سبب یہ ہے کہ ہوا جہل آ کے عالم گیر
صفائی قلب سے کوسون الگ ہوا یہ فن
بس انتہا ہے یہ اس کی کہ غیر تو ہین غیر
خدا کرے کہ مری قوم سے ہو دفع یہ بات
سہہ اپنی راے ہے ظاہر کیا جسے ورنہ

جنون عشق و جفا و وفا و ناز و ادا
جنون عاشق و جوشش زمانۂ سودا
شراب و ساقی مہرو و ساغر و صہبا
بہشت و دوزخ و رندی و توبہ و تقوا
اساتذہ نے کیا ان کو جس طرح املا
غرض کچھ اور نہ تھی جنکی معرفت کے سوا
اسی کا نام ہے عرفانیات مقصد اعلا
ہزار ڈھانکئے ان پہ حجاب راز کا پردا
تو اس کے شعر سے ہوتا ہے خود بخود پیدا
کہاں مسائل حقانیت یہ طرز کہاں
تو اس کی شوخی مضمون سے خود ہو دلین جلا
کہین ڈوپٹے کا آنچل کسی جگہ انگیا
نفاق و کبر مین بدنام کیون ہوئے شعرا
کسی کا کوئی معرف نہین ہے اپنے سوا
ہے سب مین عیب کم و بیش خود پسندی کا
اگر کرینگے ثنا بھی تو اس مین ہوگی ریا
کیا دلون کو تعصب نے مبتلای بلا
ہر ایک ہو گیا کبر و نفاق کا پتلا
جو دیکھئے تو مخالف ہے باپ سے بیٹا
کسی طرح نہ رہو شاعرون مین کبر و ریا
کسی پہ جرح سے مطلب نہین ہمین بخدا

سچ یہی خیال ہے چالیس سال سے دل مین
اگرچہ مین یہ کہاؤ شعور شعر کہا

سخن فہمی اور معنی فہمی

ادب کو بھی ایک ایسے آراستہ اور مکمل باغ سے تشبیہ دی جا سکتی ہی جسمین ہر قسم کے درخت موجود ہون۔ درختون مین کئی قسم کے درخت ہوتے ہین ایک وہ جو گھانس کی طرح اوگتے ہین۔ دوسرے وہ جن مین پہول ہی پھول ہوتے ہین پھل نہین ہوتے۔ تیسرے وہ جو پھل دیتے ہین۔ پھول نہین دیتے۔ چوتھے وہ جن مین پھول بھی ہوتے ہین اور پھل بھی لگتے ہین۔ پانچوین وہ جو پھل اور پھول دونو سے خالی ہین۔ پھر اون کے پھلون اور پھولون کی تاثیر اور اون کی ذات وصفات کے خواص دیکھے جاتے ہین۔ بعض درختون کے پھول رنگین ہین مگر خوشبو ندارد۔ بعض مین خوشبو ہے مگر رنگینی نہین۔ بعض رنگ اور خوشبو دونو رکھتے ہین۔ بعض درختون کے جسمون سے خوشبو آتی ہے۔ بعض کریہ الرائحہ ہین۔ بعض نفع رسان ہین۔ بعض مضرت بخش۔ بعض کے افعال وخواص معمولی ہین۔ بعض کے حالات کو سوا سے حکیم اور طبیب یا ماہر علم نباتات کے ہر شخص نہین جان سکتا۔ اور اون کے خواص بطور اسرار کے اون مین موجود ہین وہی حال ادب کا ہی اور شاعری اس باغ کی بہار ہی اور جیسے پھل پھول کا دیکھنا ایک بات اور اونکے لطائف کا احساس دوسری بات ہے۔ ویسے ہی شاعری کے لفظون کو دیکھنا ایک بات اور اون کے معنوی لطائف کا احساس دوسری بات ہے۔ یہ بہت ہی نازک خیال ہی جسکو بیان کر رہا ہون ؎

بلبل نے بھی یہ نغمہ رنگین سنے نہین دامن مین ہین وہ گل جو کسی نے چنے نہین

ایشیائی شاعری کے باکمال اساتذہ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہو کہ سخن گوئی سے سخن فہمی اور سخن فہمی سے معنی فہمی زیادہ مشکل اور بہت زیادہ مشکل ہی۔ لیکن یہ ایسا فیصلہ ہی جس سے

اس اجمال کی تفصیل نہین ہوتی - اور سخن گوئی اور سخن فہمی اور معنی فہمی کے مقاصد علاحدہ علاحدہ نظر نہین آتے - اس کی مثال ایک پھول اور اوس پھول کے ظاہری رنگ اور خوشبو اور اوس رنگ اور خوشبو کے احساس لطائف سے ہو - یا ایک پھل اور اوس پھل کی ظاہری صورت اور اندرونی مٹھاس یا ذائقہ کے دوسرے مذاق پر مرتب ہو سکتی ہے - مین نے اردو کی کسی کتاب اور فارسی کے کسی رسالہ مین اس موشگافی کی توضیح و تشریح نہین دیکھی لیکن عربی کا انداز بیان اور بھاشا کا طرز خرام اس مقصد پر ایک حد تک کامیاب ہونے کا راستہ بتاتا ہو - اردو مذاق سے بھاشا کا مذاق بہت قریب ہو - اس لئے مجکو اس مقام کی دلربائی کے لئے اصنام ہندی کا احسان اٹھائے بغیر چارہ نہین ؎

بتا کرین آرزو خدائی کی　　　شان ہو تیری کبریائی کی

شاعری کو اپنے دیکھنے والے کی ہمیشہ تلاش رہتی ہو - اور جیسے حسن اپنی دلبری اور دلداری کے نیرنجات دکھانے سے خوش ہوتا ہو ویسے ہی شاعری نہ در نہ پردون کے اندر اپنے ادا سے حسن کی جلوہ ریزیون کا تماشا دکھانا چاہتی ہے - اور جب وہ داد پالیتی ہے تو بے انتہا خوش ہوتی ہے - اور نا آشنا کے پاس جانے سے زیادہ اوس کو کوئی تکلیف نہین - چنانچہ میرزا صائب کو بے موقع داد ملنے اور مناسب موقع داد نہ ملنے دونو حالتون مین ایسی تکلیف ہوتی تھی کہ اون سے اظہار شکایت کئے بغیر نہ رہا گیا وہ کہتے ہین - ؎

صائب دو چیز می شکنند قدر شعر را　　　تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

شاعری چند سانچون کے ذریعہ سے اپنا سر نکالتی ہے - ایک سانچہ وزن کا ہے کہ اوس مین جو موزون الفاظ بھر دو وہ شعر بنتا چلا جائے گا - دوسرے لفظون کا سانچہ جسمین موزونیت کلام سے طرح طرح کے معنی بھرتے جاتے ہین - تیسرے معنی کا سانچہ جسمین موزونیت لفظی سے طرح طرح کے الفاظ سانچے مین ڈھالے جاتے ہین - چوتھے وہ جو

الفاظ و معانی دونو کو موزون طبعی سے ڈہالتے ہین مکمل شئین کا کام دیتا ہی - لفظون کے متعلق معنوی کیفیات اور لطائف کے سمجھنے کو ہر زبان مین کوشش کی گئی ہے - چنانچہ مغربی مذاق بھی ناٹک تھیٹر ڈراما مین ایک ایک لفظ کی صورت دکھانے اور اوس کے معنی سمجھانے کی کوشش کرتا ہے - پارسی قدیم مین یہ کام ایران کے مختلف معابد اور ہیکلون مین مذہبی ڈراما کے خیالات کے ساتھہ بڑی دلچسپی سے ظاہر کیا جاتا تھا - اور سنسکرت اور بھاشا مین بھی مذہب اور موسیقی کے ساتھ اس کو شریک کر دیا گیا ہے تاکہ اوس سے عام دلچسپی کو ترقی رہے - اس کو بھاشا مین ارتھہ ونرت کہتے ہین - اور اوس کا مقصد لفظون کے معنی سمجھانا اور آنکھہ کے اشارات اور جسم و اعضا کے حرکات اور اون کی مختلف اداؤن سے طرح طرح کی ترسیم النغم صورتون کے پیدا اور معنوی حقائق کے ظاہر کرنے کا ہے - لیکن جیسے پیشتر موسیقی کا علوم حکمت مین شمار ہوتا تھا - یہان تک کہ بوعلی سینا جیسا شخص موسیقی نہ جاننے سے حکیم کے درجہ مین شمار نہ کیا گیا اور صرف شیخ الرئیس کے خطاب سے مخاطب ہوا - مگر اب موسیقی بے انتہا ذلیل ڈوم ڈہاڑیون کے مانگ کھانے کا ذریعہ بن رہا ہے - اور اب ایشیائی دنیا مین موسیقی سے حکمت کے خاص معانی و مبانی کو لگاؤ نہین ویسے ہی ارتھہ ونرت جو پہلے ہندوستان مین راجاؤن کے دربار اور اعلی فیلیون کے ترتیب مذاق کا ایک نہایت موثر عملیات مین تھے اور اوس سے ہر درجہ اور مقام کے داب و آداب اور اوس درجہ و مقام کے لفظون کے معنوی دقائق اور حقائق سمجھے اور سمجھائے جاتے تھے وہ بھی چند بازاری کسبیون اور کتھکون کے گھر ون مین باقی رہ گئے ہین - جس سے وہ دیکھنے والون کے دلون کو لبھاتے اور رجھاتے ہین اور اونکا نقشہ اتنا بگڑ گیا ہے کہ اون کو اصل سے کچھہ مناسبت نہین لیکن اسپر بھی اون کے بگڑے ہوئے نشانات ایک عجیب علم اور لاثانی بناوٹ کا پتا دیتے ہین - اور اون سے ایک مسمیرزم کا سا اثر پیدا ہوتا ہی ؎

یہہ جسکی پیری ہے اوس کا شباب کیا ہوگا

اردو کا شاعر شعر کہتا ہے تو اپنے دل مین ایک یا دو معنی خیال کرتا یا قرار دیتا ہے۔ لیکن بھارتھ اور نرت کرنے والے گبھی جواب براے نام ہندوستان مین باقی ہین۔ ایک ایک لفظ سے اوس کے متعدد معنی اور لطائف معنوی کا مینہ برسا دیتے ہین۔ جس سے لطائف معنوی کی ایک وسیع دنیا علاحدہ آباد نظر آتی ہے۔ جو بغیر اوس تفنن کے نظر نہین آسکتی۔ مثلاً ایک شخص نے گایا۔ آئی بہار۔ اس کے معنی کیا ہین۔ بہار آمد اور شاعر کے لئے معمولی اور عام طور سے بہار کا مفہوم کیا ہو سکتا ہے۔ یہی کہ پھولون پر ایک طرح کا حسن مزید پیدا ہو گیا۔ مگر اوس نے ارتھ اور نرت کے ذریعہ سے بہار آئی کے ان گنتی نمونے سامنے حاضر کر دئے جس سے ایک شاعر اپنے مذاق کی اصلاح کر سکتا ہے اور ایک حکیم اون کے اسباب وعلل کے جولانگاہ مین ہمکابکا ہو جا سکتا ہے اوس کا مختصر خاکہ یہ ہے۔

(۱) بہار آئی جوانی کی اور اس مین جو بناؤ اور اٹھکھیلیان ہوتین اور جو امنگین ظاہر ہوتی ہین۔

(۲) بہار آئی حسن کی۔ اور اوس کی نوعیت الٰہی تیری پناہ۔

(۳) بہار آئی بارش کی۔ جاڑنے کی۔ گرمی کی۔

(۴) بہار آئی موسم بہار کی۔

(۵) بہار آئی پھولون کی۔

(۶) بہار آئی فصلی چیزون کی۔ گھٹلی بولی۔ کُلّہ پھوٹا۔ درخت بڑہا۔ مور آیا۔ آم لگے۔ پانی برسا۔ آم ٹپکے۔

(۷) بہار آئی ساونون کی۔ مع لوازم وغیرہ وغیرہ۔

یا کسی شعر مین وصل وصال فراق اشارہ۔ آمد یار۔ رخصت جانان کا ذکر آیا تو ایک ایک لفظ کے مفہومات معنوی کی توضیح دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے اور جو خاص بھاشا کے مذاق سے متعلق ہے۔ اوس کی نہایت اور بھی زیادہ دلچسپ ہے

اور وہ ہماری شاعری کے سرسری افہام سے دور اور بہت دور سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی نور اللہ مرقدہ نے علاوہ اپنی مسلم الثبوت اور بے مثل شاعری کے ایک اردو لغات جمع کی۔ اوس کی پہلی جلد مین آنکھ کے متعلقات کا ذکر کیا ہی جیسے آنکھ آنا۔ آنکھ اٹھنا۔ آنکھ بیٹھنا۔ آنکھ دکھانا۔ آنکھ نکالنا۔ آنکھ پھڑکنا وغیرہ۔ یہان آپ آنکھ پھڑکنے کے لفظون کو دیکھین کہ یہہ کس زبان سے اُردو مین آئے ہین تو آپ بہت جلد سمجھہ جائین گے کہ یہہ ان کے معانی اور مبانی کا سراغ بھاشا تک پہونچتا ہے۔ لیکن جب ہم ایک محققانہ غور سے کام لین تو معلوم ہو گا کہ آنکھ پھڑکنے کی سب نوعیتون کو دریافت کرنے کے لئے کسی کی چشم گویا سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔ اور یہہ سبق جب ہی مل سکے گا جب آپ کسی ارتھ اور بزت کرنے والے سے یہ ٹھمری سنین کہ

سوری انکھیان پھڑکن لاگین

کیونکہ بھاشا کے مذاق مین آنکھ کا پھڑکنا کئی معنی رکھتا ہی اور ہر معنی کو مختلف لطائف کے ساتھ وابستگی ہے۔ دہنی آنکھ پھڑکنے کے معنی کچھہ ہین۔ بائین آنکھ پھڑکنے کے معنی کچھہ۔ ایک آنکھ چھہ جگہہ سے پھڑکتی ہے۔ پس دونون آنکھین بارہ جگہ سے پھڑک سکتی ہین اور ہر مقام کے پھڑکنے کی ایک خاص تعبیر ہے کہ فلان جگہ سے آنکھہ پھڑکی تو اوس کا یہ اثر یا یہ مقصد سمجھنا چاہیئے۔ پھر عاشق اور معشوق اور عورت و مرد کے آنکھون کی پھڑکن جدا جدا مذاق ظاہر کرتی ہے۔ اب آپ سمجھہ سکتے ہین کہ یہ مقام کیسا دلچسپ اور معنی خیز ہی اور اوس کے ساتھ اوس کی معلومات کے ذرائع کتنے کمیاب ہین۔

اقسام سخن

سرسری طور پر واقف ہونے کے لئے اس بات کا جاننا ضرور ہی کہ شاعری مین اقسام سخن کیلئے

کیا کیا نام مقرر ہین یا کس کلام کو اصطلاحی طور سے کیا کہا جاتا ہی۔ اس لئے مین مختصر طور سے اون کا ذکر کرتا ہون اور ایک شاعر اقسام سخن پر قادر ہوسے بغیر اسناد اور مستند نہین مانا جاسکتا۔ اور نہ ماننا چاہیئے۔ اب اقسام سخن ملاحظہ ہون۔

مصرع

مصرع ایک شعر کے دو مساوی حصون مین سے آدہے حصہ کا نام ہی خواہ دونو حصے ردیف وقافیہ برابر رکھتے ہون یا نہ رکھتے ہون لیکن دونو کے وزن کا برابر ہونا ضرور ہی۔ مثلاً استاد ذوق کا شعر ہے

نگاہ پھیر کے عذر وصال کرتے ہین
(قافیہ — ردیف)
مجھے وہ الٹی چھری سے حلال کرتے ہین
(قافیہ — ردیف)

اس کا ہر حصہ ایک مصرع ہے۔ اور بغیر ردیف وقافیہ کی مثال یہ ہی۔ ؎ میر

مین جو بولا کہا کہ یہ آواز
(قافیہ)
اوسی خانہ خراب کیسی ہے

مطلع

مطلع اوس کو کہتے ہین جو تصنیف مین سب سے پہلا شعر ہوتا ہی۔ اور مطلع کے دونو مصرعون مین قافیہ یا ردیف اور قافیہ دونو کا التزام کیا جاتا ہی۔ پہر اگر مثنوی کا مطلع ہے تو آیندہ شعرون مین اختیار رہتا ہی کہ جس شعر مین چاہین دوسرے قافیہ اور ردیف کے الفاظ لائین اور ہر شعر مین ردیف وقافیہ بدلتے جائین یا صرف قافیہ اختیار کرین۔ لیکن غزل قصیدہ قطعہ مین اوسی قافیہ کے ہم قافیہ لفظ لانا اور اگر قافیہ کے ساتھ ردیف ہو تو ردیف کا قائم رکھنا ضرور ہی۔ مثال

مثال مطلع واشعار مثنوی

مطلع ہر شاخ مین ہی شگوفہ کاری
(قافیہ بلا ردیف)
ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
(قافیہ بلا ردیف)

کرتا ہو یہ دو زبان سے یکسر — حمد حق و مدحت پیمبر

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہو — یعنی کہ مطیع پنجتن ہے

اس مثنوی کے پہلے اور دوسرے شعر میں قافیہ بلا ردیف ہے اور تیسرے شعر میں ردیف بھی لائی گئی ہے۔ اسی طرح اختیار ہے کہ جس شعر میں چاہیں صرف قافیہ کا التزام کریں اور جس شعر میں چاہیں قافیہ کے ساتھ ردیف کو بھی لائیں۔

مثال مطلع و اشعار

غزل

مطلع

فدائے حسن یوسف کارواں ہے — جدھر تم ہو ادھر سارا جہاں ہے

کسی پہ عمر بھر مرتے رہی ہم — نہ سمجھے کون ہے کیا ہے کہاں ہے

پڑے جھگڑے میں دل کا درد چھکر — وہ کہتے ہیں کہ ہم دیکھیں کہاں ہے

میں اب سمجھا کہ ہے کیا شئی قیامت — ترا قصہ ہے میری داستاں ہے

ہجوم آرزو نے ساتھ چھوڑا — یہ دل اب یوسف بے کارواں ہے

اس غزل کے مطلع میں قافیہ اور ردیف دونوں ہیں اس لئے سب شعروں میں قافیہ اور ردیف کا التزام ضرور ہوا۔ اسی پر قطعہ اور قصیدہ کا خیال کر لیا جائے۔ اور اگر مطلع میں صرف قافیہ ہو اور ردیف نہو تو صرف قافیہ کی رعایت کی جائے گی۔ جیسے اُستاد ذوق کا قصیدہ ہے۔

مطلع: شب کو میں اپنے سر بستر خواب راحت — نشۂ علم میں مدہوش غرور نخوت

شعر: سر سے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے — تھا تصور مرا ہر امر میں تصدیق صفت

قافیہ اور ردیف

قافیہ مناسب با ترتیب اور موزوں لفظوں کو اشعار میں ایک کے پیچھے ایک (تو فقا بقفا)

لانے سے مراد ہے جو شاعر کو اداے مطلب مین بہت بڑی مدد دیتا ہی اور شعر کو محدود اور معنی کو منضبط کرتا ہی۔ اور شاعر قافیون کے کٹکنون پر چلتا اور اوس داغ بیل سے شاعری کے راستہ کا ایک خاص پتا پاتا ہی۔ عربی فارسی اردو بھاشا کے قوافی مین بہت بڑا بیّن فرق ہے۔ عربی کے اکثر قوافی فارسی اور اردو مین صحیح نہین مانے جاتے ۔ ایسا ہی بھاشا کے اکثر قافیون کو اردو کی شاعری تسلیم نہین کرتی ۔ قوافی کی نسبت اساتذۂ کلام مین خاص خاص بحثین ہو چکی ہین میرزا دبیر لکھنوی نے عربی کے مشہور ادیب مفتی میر عباس صاحب کے ایک قافیہ اردو پر تامل کیا تھا۔ یعنی مفتی صاحب نے میرا کا قافیہ طہٰ لکھا تھا۔ آخر کو مفتی صاحب نے مان لیا ہی کہ میرے خیال پر عربی کا ادب متصرف ہے اس لیے مجکو اردو مین اردو کے مسلّمات کا خیال نہ رہا اسی طرح شیخ امام بخش صہبائی نے بعض قوافی پر جرح کی ہے اور مولانا فضل حق خیرآبادی اور منشی اسمعیل منیر شکوہ آبادی سے اچھا خاصہ مناظرہ ہو پڑا تھا اور خود اردو مین بھی قوافی کے صحیح و غلط - جایز و ناجایز، مستحسن اور غیر مستحسن ہونے کو علم عروض و بیان کی کتابون مین بیان کر دیا ہی مین یہان اس جھگڑے مین پڑنا نہین چاہتا۔ اور نہ میرا مقصد آپ کو اس الجھن مین ڈالنے کا ہے۔ بلکہ میرا مقصد صرف قوافی کو معمولی طور سے پہنچوا دینے کا ہے اوس کے لیے چند قوافی لکھے جاتے ہین۔

مثلاً۔ دَام۔ کَام۔ نَام۔ جَام۔ یا عیَان۔ بیان۔ جوَان۔ توان۔ وغیرہ۔

اردو مین قافیے کے لئے ایطاء عیب ہے۔ جیسے آنا۔ جانا کے قوافی مین سیانا۔ ایسے ہی دوسرے معائب جو معناً صحیح ہون لیکن بولنے مین اچھے نہین معلوم ہوتے جیسے جورا اور نور کا قافیہ کورا جس کا داؤ فارسی مین بمعروف پڑھا جاتا ہی لیکن اردو مین خوشگوار نہین۔ اور ردیف قافیے کے بعد آتی ہے۔ اور وہ سب شعرون مین یکسان اپنی جگہ قایم رہتی ہے جیسے آنا ہوا۔ جانا ہوا اسمین آنا کا قافیہ جانا ہے اور ہوا ردیف۔ اس کی مثالین اوپر بیان ہو چکین۔

شعر۔ لغت مین بال کو کہتے ہین۔ جس کا ذکر اوپر ہو چکا اور اصطلاح ادب مین **شعر** دو مصرع

موزون اور ہموزن کا نام ہے - اور جیسے معشوق کی مانگ بالون کے دو حصون کو بحصہ مساوی جدا کرتی ہے ویسے ہی شاعری شعر کے دو حصون کو دو مصرعون کے نام سے علاحدہ کرتی ہے شعر کو بیت بھی کہتے ہین - اچھا شعر نہایت آراستہ زلف جانان کے مانند ہو اور مطلع مفہوم شعر ہین داخل ہے - اچھے شعر کی مثال ؎

دل رہ گیا گیسوؤن مین پھنس کے
کملا گیا پھول رات بس کے

دیگر

اشارون مین مطلب ادا ہو رہا ہے نگاہون مین وعدہ وفا ہو رہا ہے

دیگر

مزے کر لین کلیم اب بن پڑی ہو بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہو

دیگر

تمھاری بزم کچھ ایسی ہی تھی نشاط افزا رقیب نے بھی اگر پی مجھے سرور آیا
تری گلی مین رہی بازگشت مثل نفس مین جتنی دور گیا واپس اتنی دور آیا

دیگر

نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یان بھی خانہ آرائی غالب سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہو زندان مین

دیگر

حرم و دیر مین ہی جلوۂ پرفن اوس کا دو گھرون کا ہی چراغ اک رخ روشن اوسکا

دیگر

ہجوم شوق مین جب دل کی آرزو نکلے جو پردہ کعبہ کا لوٹون وہان بھی تو نکلے
تمھین تو ناز تھے نواب پارسائی پر
تمھارے گھر مین تو مے کے کئی سبو نکلے

رباعی

رباعی چار مصرعون کی نظم ہے - رباعی کے اوزان بہت ہین - اور بعض حالتون مین چارون مصرعون کے اوزان مین جائز تفاوت ہوتا ہے مگر وہ موزون تفاوت کسی مصرع کو پڑھنے مین سامع کے ادراک کو اپنی سبکی اور گرانی سے ناخوش نہین کرتا - رباعی مین بڑے بڑے مطالب چار مصرعون مین سما جاتے ہین - رباعی ایک ایسا سانچہ ہے جو اعلیٰ درجہ کے معنی خیز مقاصد کو اپنے آپ مین اپنی خاص ترکیب و ترتیب سے جگہ دیتا اور تھوڑے لفظون مین بہت مطالب کے ادا ہونے کی گنجایش رکھتا ہے - پہلے عربی اور فارسی مین رباعیات کا بہت بڑا چرچا تھا - اعلیٰ درجہ کے مطالب کو رباعیات کے ذریعہ سے ادا کیا جاتا تھا - تاکہ وہ مطالب آسانی سے یاد رہ سکین اور فاضل مصنف کا قابل قدر یادگار رہین - ازانجملہ عمر خیام کی رباعیان ایسی مشہور و مقبول ہوئین جن کا شہرہ نہ صرف ایشیہ بلکہ یورپ مین بھی پایا جاتا ہے - لندن مین ایک خاص کلب عمر خیام کلب کے نام سے مقرر ہے - اور انگریزی مین تین شرحین لکھی گئی ہین جسپر مسلمان خصوصیت سے اظہار شکرگزاری کر سکتے ہین - لیکن افسوس کہ مذاق کی مغایرت نے انگلش قدردانون کو شاعری کے اصلی دقایق اور فلسفہ کے حقیقی حقایق کے سمجھنے کا بہت تھوڑا موقع دیا ہے - کاش نئے تعلیم یافتہ اہل کمال مین کوئی گریجویٹ اون رباعیات کی صحیح شرح کرکے انگلش سوسائٹی کو تحفہ بھیجے تو اپنا ایک خاص فرض ادا کرنے والا ہوگا - راقم نے فارسی کی سیکڑون رباعیات کو ایک جگہ جمع کیا ہے جسکو شاعری کی کان معنی کہہ سکتے ہین - اردو مین رباعیات کو عام شاعری مین جگہ نہین ملی اور بہت اچھا ہوا - جو شاعری کا یہ حصہ عمومیت سے بچا رہا - اور رباعی کی ترکیب و ترتیب اور اوس کا مذاق بھی افہام عوام سے دور ہے - اس لئے اکثر اعلیٰ درجہ کے ارباب کمال اور اُدبائے کلام نے رباعیات کو اظہار کمال کا ذریعہ بنایا - جیسے میر انیس - میرزا دبیر - یا خاص خاص شعرا - رباعی کا چوتھا مصرع من حیث لطافت و بلاغت مضمون نہایت بلند ہوتا ہے -

یہان بطور نمونہ، مثال چند رباعیان درج کی جاتی ہین ؎

رباعی

پتلی کیطرح نظر سے مستور ہے تو — آنکھین جسے ڈہونڈتی ہین وہ نور ہے تو
نزدیک رگ جان سے ہی اوس پہ بُعد — اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

رباعی

یہہ عشرت و عیش و کامرانی کب تک — عشرت بھی ہوئی تو نوجوانی کب تک
گر یہ بھی سہی بقاء دولت ہی محال — دولت بھی ہوئی تو زندگانی کب تک

رباعی

گلشن مین صبا کو جستجو تیری ہے — بلبل کی زبان پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ مین جلوہ ہے تری قدرت کا — جس پھول کو سونگھتا ہون بو تیری ہے

رباعی

گلشن مین پھرون کہ سیر دریا دیکھون — یا معدن و کوہ و شہر و صحرا دیکھون
ہر سو تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے — حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون

رباعی

واحد ہی مین جمع کا طلبگار رہا — جوہر عظیم تھا وہ اسرار رہا
اک نور تھا اوسمین جب ہوئی جمع صفت — بڑھتے بڑھتے وہ نور انوار رہا

رباعی

اللہ کا فضل ہے جو لکھوا تا ہے — لاشے کو وہ شی سے بڑہ کے دکھلاتا ہے
گو نقطہ ہون آنشہری مگر وقت رقم — جس ہندسہ سے ملون وہ بڑہ جاتا ہے

رباعی

نیچر نے دئے ہین ہمکو جو پانچ حواس — کرتے ہین کم و بیش انہین سے احساس

لیکن جو نہ محسوس ہو ان سے ہمکو　　　کیونکر اوسے محسوس کرے عقل و قیاس

مثلث

عربی مین ثلث تین کو کہتے ہین - اور اصطلاح سخن مین مثلث برابر کے تین مصرعون سے مراد ہی اور کسی شعر یا پوری غزل اور قصیدہ کا مثلث بنانا شعر سے پہلے ایک نئے مصرع کا اضافہ کرنا ہے جو مناسبت مقام اور اپنی موزونیت کلام سے اوس شعر کے ساتھ مطابقت کلی رکھتا ہو اور شعر کی معنوی خوبیون مین ایک لطیف ترقی اور حسن مزید کا اضافہ کرتا ہو - جیسے میر انیس کا شعر ہے - ؎

خود نوید زندگی لائی قضا میرے لئے　　　شمع کشتہ ہون فنا مین ہی بقا میرے لئے

ہم نے اسپر مصرع لگایا تو یون مثلث بن گیا -

ہو گئی میری شہادت جانفزا میرے لئے　　　خود نوید زندگی لائی قضا میرے لئے

شمع کشتہ ہون فنا مین ہی بقا میرے لئے

مخمس

عربی مین خمس پانچ کو کہتے ہین - اور اصطلاح سخن مین مخمس برابر کے پانچ مصرعون سے مراد ہے - اور کسی شعر یا پوری غزل اور قصیدہ کو مخمس بنانا ہر شعر سے پہلے تین نئے مصرعون کا اضافہ کرنا ہی - جو ہر اعتبار سے اوس شعر کے ساتھ مناسبت اور مطابقت رکھتے ہون - اور سننے والے کو معلوم ہو کہ اصل شعر پر جو مصرعے لگائے گئے ہین - اون کی اوس شعر کو ضرورت تھی - اور مصرعون کے لگانے سے اوس شعر کی تفصیل اور معنوی خوبیون مین ایک لطیف اضافہ ہو گیا ہے - گویا مثلث مین دو مصرعون کا اور اضافہ ہوا ہے - مخمس کو خمسہ بھی کہتے ہین -

تضمین - مضمون کی توسیع و ترقی کے لئے جو اشعار ضمن کلام مین لائے جائین - اوس کو

اصلاح سخن مین تضمین کہتے ہین شلاً ایک شعر یا پوری غزل اور قصیدہ پر ہم نے مصرعے لگاکر خمس کیا تو کہا جائے گا کہ ہم نے اوس شعر یا غزل یا قصیدہ کی تضمین کی تضمین مین وہی اوصاف ہونا چاہئین جو مثلث اور مخمس کے ذکر مین مذکور ہوئے۔

مسدس

مسدس چھہ مصرع یا تین شعر سے مرکب ہے۔ پہلے دو شعر یا چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہین۔ اور اگر ردیف ہو تو وہ بھی لازم ہوتی ہے۔ پھر تیسرا شعر یا دو مصرعے اپنا قافیہ و ردیف علاحدہ رکھتے ہین۔ اردو مین سب سے زیادہ شاعری نے مسدس کی شکل مین اظہار کمال کیا ہے۔ میر انیس اور میرزا دبیر اور دوسرے مرثیہ گویان لکھنؤ کے نہایت قابل قدر کمال کا ذخیرہ مسدس کی شان مین ہے۔ اور نئی روشنی کے مجتہد الشعرا مولانا الطاف حسین حالی کی سب سے زیادہ مشہور و مقبول تصنیف بھی مسدس کی صورت مین ہے۔ اور اکثر شعراء اردو نے اپنے اپنے واسوخت بھی مسدس کی شکل مین لکھے ہین۔ اور مسدس ہے بھی ایسی چیز کہ اوس مین نہ تو شاعر کو تلاش قوافی کی زیادہ دقت ہوتی ہے اور نہ ایک مطلب کے ادا کرنے کو تین شعر کا ایک بند ناکافی ہوتا ہے۔ اور مسدس کے پڑھنے مین اداے بیان کو مناسب سکون و توقف کے حدود ملتے جاتے ہین جو پڑھنے والے اور سننے والے دونو کے لئے خوش آیند ہین۔ راقم نے ترانۂ معرفت نام ایک مسدس لکھا۔ اوسکے دو بند بطور نمونہ لکھے جاتے ہین۔ ۵

(بند)

کلید گنج حکمت راز عرفان الٰہی ہے گدا کو اوسکے کوچے کے نوید بادشاہی ہے
ہر اک ذرہ کو اوسکے رتبۂ خورشید جاہی ہے جہان مین اوسکو شایان منصب عالم پناہی ہے
رہے منشور شاہی قل ہو اللہ احد اوسکا
چلے توحید کا سکہ ازل سے تا ابد اوسکا

زمانے سے سُنا مین نے زمین تیری زمان تیرا فلک تیری ملک تیری بشر تیری جہان تیرا
سمک سے تا سما اے صانع کون و مکان تیرا سریر عرش تیرا فرش تیرا لامکان تیرا

ابد سے تا ازل تو ہے ازل سے تا ابد تو ہے
خدایا سارے عالم مین احد تو ہی صمد تو ہے

قطعہ

ایک بڑا مضمون جو ٹکڑے ٹکڑے (قطعہ قطعہ) کرکے مسلسل ترتیب سے اشعار مین لایا جائے تو اون اشعار کو قطعہ کہین گے قطعے مین مطلع ہونا لازم نہین اور نہ اوس کا ہونا ممنوع ہے قطعہ دو شعر سے کم نہین ہوتا۔ اور زیادہ کے لئے کوئی حصر نہین کیا گیا اون زیادہ اشعار کا لانا خوشگوار نہین۔

قطعۂ گل و بلبل

مین علیگڈھ مین آج جب نکلا تھے فلک سے برس رہے انوار
قبر سید پہ دیکھتا کیا ہون ہے گلون کا لگا ہوا انبار
جمع ہین بلبلان نغمہ سرا ہین وہ کالج سے برسر پیکار
حالیؔ حالی کی آرہی ہے صدا شبلی شبلی کی پڑرہی ہے پکار
دیکھکر مجکو گل نے مجھ سے کہا اے سخندان ریختہ گفتار
گل و بلبل کا یہہ مقدمہ ہے یہہ نہین جنگ زاغ و بوتیمار
ہے نباتات مین شرف مجکو مین ہون روح روان باغ و بہار
مے سے کہنچتی رہی سدا میری وہ رہی غافل اور مین ہشیار
ہے عنادل کو مجھ سے دلچسپی مجھسے سو جان سے شیفتہ ہے ہزار
مین عرب کا جلیس و ہمدم ہون مین عجم کا ہون مونس و غمخوار

آئے خوشبو مرے پسینے سے
پونچھ لیجے مجھے طبیبون سے
مین چمن مین جوان رعنا ہون
مین صحیفہ ہون راز نیچر کا
جب مدون ہوئے اصول ادب
میرے پردہ مین سب ہین چھپ سکتی
میرا پردہ ہے پردۂ رحمت
چپ ہوا گل تو ایک بلبل نے
اور گویا ہوا وہ نغمہ سرا
مجھکو نسبت ہے خاص نیچر سے
میرے نغمون کے گوش گل شنوا
مین ہون سرتاج عاشقان چمن
سارے عشاق میرے زلّہ ربا
میری تقلید فرض عین اونہین
گل وبلبل کے نام سے ہرگز
میرے راز و نیاز کی باتین
یہ ترانے یہ چہچہے میرے
وصل گل پر ہے زمزمہ سنجی
نیچرل شاعری کو لازم ہے
غیر واقف نہو کہ بات ہے کیا
اب جو منظور ہے علیگڈھ کو

مین چمن مین ہون سیّد و سردار
مین ہون درمانِ عاشقِ بیمار
مین ہون اک شاہزادۂ کہسار
مجھ مین پوشیدہ سینکڑون اسرار
مجھکو دیکھا کہ مین ہون حامل کار
ساری دنیا کے آتشین رخسار
میرا دامن ہے دامنِ ستّار
کی زبانِ ادب سے وامنقار
اے سخندان و محرم اسرار
عشق گلہائے آتشین رخسار
میرے نالے سخن فروش بہار
مین ہون جانباز وادیٔ پرخار
اون مین مخصوص نیچرل کردار
میری تفرید واجب الاقرار
فاش پردہ نہ ہو کبھی زنہار
نقل عشاق کے لئے درکار
یہ مرے نالہائے آتشبار
ہجر گل مین ہے شکل زار و نزار
تا ہون آسان مقاصدِ دشوار
گل و بلبل مین یون چھپین اسرار
لائے بے پردہ کرکے روئے نگار

دونو ناموں سے عشقبازی ہو — کشش و جذب کے کھلیں اسرار

تو ہمارا ہے اس ادب کو سلام
جو ہے ترک ادب کا خاص شعار

قطعہ بند

اگر مطلب بڑا ہو یا ایک شعر کا مطلب اوسی شعر کے لفظون مین پورا نہوا اور اوسکو دوسری شعر یا چند اشعار مین پورا کیا جائے تو دوسرا شعر یا ان چند شعرون کو قطعہ بند کہین گے اگرچہ وہ مثنوی کے شعر ہون - چنانچہ پچھلا قطعہ قطعہ ہے اور قطعہ بند بھی - لیکن یہان ایک دوسرا قطعہ قطعہ بند حالتون کے دکھانے کو لکھا جاتا ہے ۷ اشعری

قطعہ قطعہ بند

صبح کا تھا وقت چلتی تھی نسیم جانفزا (قطعہ بند) مین سواد شہر سے باہر ہوا کھانے گیا
جھومتے تھے ڈالیون پہ پھول کس انداز سے — جیسے جھولا جھولتے ہون مہوشان دلربا
نور کا تڑکا سحر کا وقت کھلتی کونپلین — تتلیان اڑ اڑ کے دکھلاتین عجب شان خدا
آرہی تھی بھینی بھینی بوئے خوش ہر سمت سے — چل رہی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہر طرف باد صبا
راستہ پر ایک شی مجکو پڑی آئی نظر (قطعہ بند) صبح کے ہمرنگ تھی وہ مایۂ شاہ و گدا
دودھ کی صورت سپید اور سخت پتھر کیطرح — شیر ماہی کی طرح اجلی مجلا با صفا
جسم تھا سارا مشبک سینکڑون سوراخ تھے — ہوتی تھین پیدا صدائین اوسمین جب بھرتی ہوا
خوش فضا میدان مین آتی تھی نظر وہ اس طرح — جون حسین دکھلائے کوئی خندۂ دندان نما
نام کو تھا جسم پر اوسکے نہ پیراہن کوئی — لیکہ سارا جسم تھا اک نور مطلق سے ڈھکا
دیکھکر محو تحیر مجکو اوس نے بات کی — یون زبان حال سے گویا ہوئی وہ عشوہ زا
ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام اندر جہان — مولوی روم گاہے بود با من آشنا
قرنہا شد باغزالی چشم الفت داشتم — عمرہا با سعدی و حافظ نشستم برملا

کیا کہون مین رہنے والی کس محل کی تھی کبھی / جو محل معمار قدرت نے بنایا تھا مرا
خاک کی چٹکی مری ناسور کو اچھا کرے / پاتے ہین کم ز در جوہر سے مری حکم شفا
مجکو پردون مین چھپایا دستِ قدرت نے مگر / رنگ و روغن پھوٹکر اجسام سے نکلا مرا
میرے جوہر سے نسب کو فخر تھا اقوام مین / میرے گوہر سے ہوا کرتی تھی نطفون مین جلا
مجھ سے پڑھتے ہین جیالوجسٹ دنیا کے سبق / دے قدامت کا پتا میری زمین بینوا
عقل و ادراکِ سمجھ کے لئے معیار ہون / ہون فرنبالوجی والون کے لئے مین رہنما
تھی مین ہستا خوان یعنی خانۂ ہستی کبھی / اب دیا ہے استخوان ترکیب لفظی نے بنا
اب زمانے نے کیا ہے موردِ عبرت مجھے / ہون مین اک ہڈی پرانی کیا کہون اسکو سوا

اب بھی مجھ مین اس قدر جوہر بھرے ہین اشہری
روشنی بخش جہان ہے میرے جوہر کی ضیا

مثنوی

مثنوی مین ہر چیز کی ثناء و صفت کی جاتی اور ہر طرح کے واقعات کو جگہ دیجاتی ہے۔ مثنوی کے ہر شعر مین نیا قافیہ اختیار کیا جاتا ہے یا ردیف و قافیہ دونو نئے ہوتے ہین۔ جنکی رعایت صرف اوسی شعر کے دو مصرعون مین کی جاتی ہے۔ فارسی مین شاہنامہ۔ سکندر نامہ۔ یوسف زلیخا اور اردو مین گلزار نسیم۔ اور میر حسن کی مثنوی اور طلسم الفت مثنوی کا نمونہ ہین ۵ اشہری۔

مثال مثنوی

ہون شاہِ جہان سے مین سخن ساز / اردو ہے مری نسیم شیراز
سوکھے ہوئے پھول اس چمن کے / گلدستے ہین اہلِ انجمن کے
ہر دل ہے مرے کلام سے شاد / اقلیم سخن ہے مجھ سے آباد
خامہ علم و نشان ہے میرا / کاغذ کا ورق جہان ہے میرا
ناظم ہین کلام کے مقالے / ہین فوج کی جا مرے رسالے

ہر دشت ہے شاہراہ میری　　ہر شہر ہے تخت گاہ میری

دیہیم عجم ہے تاج میرا　　ہے دادِ سخن خراج میرا

غزل

غزل کے معنی سخن با محبوب گفتن کے ہین - یعنی معشوق سے بات کرنا اس لئے ایک غزل مین جداگانہ معنی کے اشعار لانے کا اصول اختیار کیا گیا ہے - کسی شعر مین عاشق اپنے جذبات باطنی کا اظہار کرتا ہے جس سے معشوق متاثر ہو - کسی شعر مین معشوق کی تعریف کرتا ہے جس سے وہ خوش ہوکر اوس کی جانب متوجہ ہو - کہین حبیب کی احسان مندی کا اعتراف ہوتا ہے - اور کہین رقیب کی شکایت کا اظہار بہرحال جو واقعات معشوق کی خلوت اور جلوت مین پیش آتے یا پیش آسکتے ہین - یا جو بات عاشق کو کتنا اچھی معلوم ہوتی ہے اور جس پر معشوق کے خوش ہونے یا اور کسی خاص نتیجہ کے پیدا ہونے کی امید کی جاسکتی ہے وہ غزل کے اشعار مین بیان کئے جاتے ہین - اور کہین شاعری کے ذریعہ سے حسن بیان کا دکھانا مقصود ہوتا ہے - اور کہین فلسفہ و حکمت اور پند و موعظت کے مضمون بھی اشعار غزل مین لائے جاتے ہین - جنکو شاعر کسی مفید اثر پڑنے کے لئے قلمبند کرتا ہے -

شاعری کا دور اول غزل کو خاص طور سے حسن و عشق کے راز و نیاز اور عاشق و معشوق کے ادا ے مطالب مین صرف کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے - اور نیز دور اول مین غزلیات کو موسیقی کے ذریعہ سے عاشق و معشوق کے خلوت و جلوت مین باریابی اور کاربرآری کا خاص ذریعہ سمجھا جاتا تھا - چنانچہ خسرو پرویز اور شیرین کے حالات اور واقعات اور دونو کی بزم آرائی اور باربُد اور نکیسا کی مطربانہ نغمہ سنجی اور غزلیات کے ذریعہ سے دونو کے سوال و جواب اس بات کا پتا دیتے ہین کہ دور اول مین غزل کو خاص طور سے اس کام مین لایا جاتا تھا -

اُردو کی دنیا مین صرف غزل کے چند ذرائع ہین ایک مشاعرہ جسمین شعرا جمع ہوکر اپنی اپنی غزل پڑھتے اور داد سخن سے دل خوش کرتے ہین - دوسرے وہ گلدستے جو مخصوص غزلیات کی

اشاعت کو شائع ہوتے ہین- تیسرے یہ کہ اس زمانہ کے گانے والون نے چند غزلین یاد کرلین اور ہر مجلس مین اون کو گا کر امیر غریب عاشق معشوق سب کو رجھالیا- چوتھے سوال اور جواب کا طریق جو سب سے پہلے لکھنو مین امانت نے اندر سبہا مین ایجاد کیا- اور واجد علی شاہ کے رہس مین اوس نے جگہ پائی اور اب انگریزی ناٹک تھیٹر کی وضع مین جا بجا وہی طریق دوسرے معمولی لباس مین نظر آتا ہے- اور اس مین کچھ شک نہین کہ شاعری مین غزلیات کا حصہ بازاری کسبیون اور گویون کے سبب سے زندہ ہے اور عام غزل گوئی کو چند گلدستون نے زبردستی چلا رکھا ہے- اُردو کی غزل گوئی پر فارسی مذاق کا پورا پورا اثر پڑا ہے- یہا شاعری مین عورت کا عشق مرد کیطرف منسوب کیا جاتا ہے- عرب مین مرد کا عورت پر- فارسی مین مرد کا امرد پر- مگر فارسی مین عورت مرد دونو کے لئے ایک صیغہ بولا جاتا ہے- اور اُردو مین عورت مرد کے لئے مذکر اور مونث کے دو صیغے ہین اور اُردو کا معشوق مذکر ہے اگرچہ عورت ہو ۔

وہ آئے کھینچ کے تلوار سب کو شاد کیا

امیر آج بہت ہم نے تمکو یاد کیا

غزل کی مثال

آج سنتے ہین وہ اپنا مدعا کہنے کو ہین ۔ کون جانے دل مین کیا ہے منہ سے کیا کہنے کو ہین

پا کے اونکو بڑھ گئی ہے اور بھی کچھ آرزو ۔ کل تھے کیا کہنے کو ہم اور آج کیا کہنے کو ہین

ہوشیاری پختہ کاری اون سے کوئی سیکھ جائے ۔ نا سمجھ نو عمر وہ نام خدا کہنے کو ہین

ان بتون ہی نے کیا ساری خدائی کو تباہ ۔ برہمن کیا ہم اُسے پیش خدا کہنے کو ہین

ساری دنیا جانتی ہے جیسے حضرت ہین جلیل ۔ جان دیتے ہین بتون پر پارسا کہنے کو ہین

غزل پانچ شعر سے کم اور اکیس شعر سے زیادہ نہونا چاہئیے- اور زیادہ کہنے والون کے لئے کوئی قید نہین

تشبیب

تشبیب کے معنی ہین ذکر شباب کردن- یعنی شباب کے ولولون کا ذکر کرنا- اور وہ اقسام

شباب سے متعلق ہے جیسے جوانی - بہار - حسن وغیرہ - اگر شاعری مین صرف اونکے شباب کا ذکر کیا جاے تو اوس کو تشبیب کہین گے - جیسے اکثر قصائد مین دیکہا ہوگا کہ پہلے کسی قسم کی تشبیب کا بیان کیا تاکہ سامعین کے قلوب مین تازگی اور شگفتگی کا اثر پیدا ہو اوسکے بعد اوس سے گریز کر کے مدح ممدوح کی جانب کلام کا رخ پہیرا - یا مرثیون مین پہلے تشبیب بیان کی پہر بزم آرائی اور رزم آرائی پر متوجہ ہوے جس سے سامعین کے دلون پر درجہ بدرجہ ہر قسم کے اثر پڑتے جائین - اور اگر صرف تشبیب لکہنا مقصود ہے تو تشبیب لکہکر کلام کو تمام کر دیا -

قصیدہ

اقسام شاعری مین قصیدہ کا درجہ سب سے زیادہ بلند ہے - قصیدہ مین شاعر کے اوج خیال کا انتہاے کمال اور اوس کی فکر کا منتہاے عروج دیکہا جاتا ہے - اور جیسے غزل کہنے کے لئے عشق کے لوازم اور حسن کے مراتب سے واقف ہونا ضرور ہی - ویسے ہی قصیدہ کے لئے بادشاہی دربار اور آداب سلطنت سے واقف ہونا واجب ہے تاکہ وہ ہر لفظ اوس درجہ کے مناسب لا سکے اور اوس کی کوئی بات داب و آداب کے خلاف ہونے نہ پاوے - فارسی مین خاقانی اور قاآنی کے قصائد لاثانی ہین - اور اردو مین سودا - ذوق - مومن - نسیم دہلوی - میرزا غالب امیر مینائی - منیر شکوہ آبادی کے قصاید کا ایک جگہ جمع ہونا اور غور و معنی فہمی سے اونکا مطالعہ کرنا بڑے بڑے افادات کلام کا ذریعہ ہوسکتا ہے اور اوس سے اردو کے مناسب حال اردو کے ادب اور شاعری کی ایک خاص رہنمائی ہوسکتی ہے -

ترکیب بند

ایک قطعہ مین اپنا مطلب لکہنا - اور چند شعر ہم قافیہ و ردیف کے بعد ایک شعر اوس سارے قطعہ کے اتمام مقصد کو دوسرے قافیہ و ردیف کا لانا - اور پہر دوسرا بند شروع کرنا اور اوسی طرح چند شعر کے بعد ایک شعر لانا - اسکو ترکیب بند کہتے ہین -

ترجیع بند

ایک قطعہ مین اپنا مطلب بیان کرنا اور پھر کسی خاص شعر کی جانب جسکے معنی اوس مقصد سے ملتے ہون رجوع کرنا اور اِس التزام کو آخر نظم تک قایم رکھنا یہ ترجیع بند کی اجمالی تعریف ہے اور بند کے بعد جو شعر لایا جائے وہ عرف عام مین خاص شہرت اور قبولیت رکھتا ہو تو زیادہ لطف کی بات ہے۔

مرثیہ

مرثیہ کے معنی مردہ کی تعریف کرنے کے ہین اور پہلے اردو مین کہا جاتا تھا کہ بگڑا ہوا شاعر مرثیہ گو۔ لیکن میر انیس اور میرزا دبیر اور لکھنو کے دوسرے باکمال مرثیہ گوؤن نے واقعہ کربلا کی رزم و بزم سے نہ صرف اس مشہور مثل کو غلط ثابت کیا بلکہ اقسام شاعری کو مرثیہ اور سلام اور رباعیات مین دکھا گئے۔ اور مرثیہ گوئی کے فن کو ایک ایسا علم بنا گئے جو اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی اون کی برابری کا دعویٰ نہین کر سکتے۔ خلیق۔ ضمیر۔ انیس۔ دبیر۔ مونس۔ انس۔ نفیس۔ سلیس۔ وحید۔ عشق۔ فصیح کے مرثیون اور سلامون اور رباعیون کا جمع ہو جانا اردو کی شاعری کے لئے فصاحت و بلاغت کا معدن اور نہایت قابل قدر معلومات کا خاص ذریعہ ہے۔ اور مرثیون کی شاعری کو روان پڑہنے سے موزون طبعی کا خاص نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ جو طبیعت کو آپ ہی آپ موزون کر لیتا ہے۔ جیسے شاہنامہ پڑہنے سے ایک روانی پیدا ہوتی ہے۔ مرثیے اکثر بلکہ سب کے سب مسدس کے طور پر لکھے گئے ہین۔ گویا یہ وضع مرثیون کے لئے مخصوص ہو گئی ہے اور مرثیون سے نیچرل شاعری اور رزم و بزم کی واقعہ نگاری کا لاثانی اقتباس کیا جا سکتا ہے۔

سلام

جیسے تہنیت کے جلسون مین غزل کا کام ہے ویسے ہی ائمہ علیہم السلام کی مجلس عزا مین سلام غزل کا قائم مقام ہے۔ مرثیہ گویان لکھنو نے شاعری کا جو کمال سلامون مین دکھایا وہ بہتون سے غزلیات مین نہ دکھایا گیا۔ سلام مین مطلع اور اشعار اور مقطع مثل غزل کے لائے

جاتے ہین اور جو مضمون زیادہ بیان کرنا ہوتا ہے تو اشعار کو قطعہ بند کیا جاتا ہے۔

واسوخت

واسوخت مین عاشق کی طرف سے جلی کٹی باتون کا اظہار ہوتا ہو۔کبھی عاشق اپنے پچھلے زمانہ اور معشوق کی مہربانی کو یاد کرتا ہے۔ اور کبھی اپنی موجودہ حالتون اور معشوق کی نامہربانیون کی شکایت کرتا ہے۔کبھی معشوق کے دل پر اثر کرنے والے فقرے تراشتا ہے۔کبھی رقیب کی شکایتون کا ذکر کرتا ہے۔ دیگر علی ہذا القیاس۔

آج کل واسوخت کا چرچا کم ہے۔ اور اچھا ہے جو اس طرف سے بے خبری ہے۔ پچھلی تصنیفات مین اکثر شعراء کے واسوخت دو جلدون مین مطبع اودھ اخبار سے شائع ہو چکے ہین۔ اور شعلۂ جوالہ اوس مطبوعہ مجموعہ کا نام ہے۔ اوس مین واسوخت امانت۔ واسوخت سحر۔ واسوخت رعنا اپنے اپنے مذاق مین خاص قسم کے ہین۔

شعراے مشاہیر

میری عمر پچاس سال سے متجاوز ہے۔ مین ۱۳۲۱ھ ہجری مطابق ۱۹۰۳ء عیسوی مین یہ کتاب لکھ رہا ہون۔مین نے اپنی عمر مین جن شعراء کو دیکھا یا سنا اون کی ہم بزمی کا اتفاق ہوا یا مین نے اونکو اپنی عمر کے طبقۂ اعلا کے افراد مین پایا۔ اونکے نام نامی و اسماء گرامی سے اس کتاب کو عزت دیتا ہون اون مین سب سے اول اردو کے فردوسی میرانیس کا نام لیتا ہون

زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا　　کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کیلئے

میرانیس غفر اللہ تعالےٰ

بلبل نے بھی یہ نغمۂ رنگین سنے نہین　　دامن مین ہین وہ گل جو کسی نے چنے نہین

میرانیس فیض آباد کے رہنے والے ہین۔ خلیق کو میر صاحب کی استادی کا فخر حاصل ہے میرحسن دہلوی میر صاحب کے حقیقی دادا ہوتے ہین۔ جنکی مشہور مثنوی اردو مثنویات مین اب تک آپ ہی اپنا نظیر سمجھی جاتی ہے مغربی مذاق بھی اون کے ڈراماکی ترکیب اور

ادن کی سادہ وپرکار شاعری کو پسند کرتا ہے اپنی دل فریب حالتون سے اوس مثنوی نے ناٹک تھیٹر مین بھی جگہہ پائی ہو۔ اور ہندوستانی مذاق مین تو اوس نے عام دلچسپی و دل فریبی حاصل کی ہے۔ میر انیس عنفوان شباب مین فیض آباد سے لکھنؤ تشریف لائے اوس زمانہ مین لکھنؤ بھی شباب پر تھا۔ اور شیعہ مذہب کی سلطنت اور حکمرانی نے محرّم کے دلہون مین بڑی ترقی ظاہر کر رکھی تھی۔ اس لئے میر صاحب نے مرثیہ گوئی مین اظہار کمال شروع کیا۔ اور ممبر پر بیٹھتے ہی قبولیت دست لبستہ سامنے کھڑی ہوئی۔ اور خدا نے حسن کلام کے ساتھہ حسن بیان کا حصہ بھی میر صاحب کے لئے علاحدہ کر دیا۔ لکھنؤ جیسے شہر مین میر صاحب کا فروغ پانا اون کے لاثانی کمال کی مکمل شہادت ہے۔ اور تمام ہندوستان مین کوئی نہین جو میر صاحب کے لاثانی کمال کا معترف اور معتقد ہنو۔ فردوسی نے شاہنامہ مین مختلف لڑائیون کا حال لکھا ہے۔ جو شاہانہ سامان جنگ سے بر پا ہوئین اور میر صاحب نے کربلا کی ایک مختصر اور محدود جنگ مین معجز بیانی کا وہ کمال دکھایا ہے جسکو فردوسی بھی حیرت زدہ ہوکر دیکھہ سکتا ہے۔ اور میر صاحب کی تصنیف کا شمار دو لاکھہ شعر سے زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔ جو فردوسی کی مقدار تصنیف سے کہین زیادہ ہو۔

اُردو کو اس امر کی خاص ضرورت ہے کہ میر صاحب کی سوانح عمری بڑی ژرف نگاہی سے لکھی جاے اور عربی اور فارسی کے ابتدائے تکلم سے رزم و بزم کا مواد جمع کیا جائے اور ایک ایک تصنیف کے مقابلہ مین میر صاحب کی تصنیف کو دکھایا جاے۔ مولانا شبلی صاحب نعمانی نے آنریبل خلیفہ محمد حسن خان صاحب مرحوم وزیر پٹیالہ کی اعانت سے اس قسم کا مواد جمع کیا تھا۔ اور مجھہ سے فرماتے تھے کہ اگر مین میر صاحب کی سوانح عمری لکھنے کو تیار ہون تو وہ مواد مجھکو عنایت کر دینگے۔ لیکن مین خود کو اس قابل نہین پاتا اور اگر اپنی عزت سمجھکر اس کام پر آمادہ ہون تو برس دو برس اس کام مین مصروف رہنے کا اطمینان نہین اور بغیر ایک خاص کوشش اور محنت اور وسیع تحقیق و تدقیق کے میر صاحب کی

لائف لکھنا نہ لکھنا برابر ہے۔ اے خدا تو کسی فرد کامل کو اس ضروری کام کی کافی اطمینان سے ہمت دے۔ میر صاحب کا کلام مطبع اودہ اخبار لکھنؤ نے چھوٹی چھوٹی تین جلدون مین شائع کیا ہو۔ لیکن ابھی بہت بڑا حصہ شائع ہونے سے باقی ہے کاش کوئی مطبع میر صاحب کی رباعیات سلام مراثی کو فراہم کر کے شاہنامہ جیسی شاندار کتاب مرتب کرے اور اوسکی تدوین خاص اہتمام سے کی جائے تو ایک بہت بڑا فرض ادا کرنے والا ہو سکتا ہو۔ مین نے میر انیس غفران مآب کو دو مرتبہ دیکھا اور اون کی زبان سے مجلس مین اون کا یہ مرثیہ سُنا ہو۔

جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے

مین نہین کہہ سکتا کہ مین نے اپنی تمام عمر مین میر انیس سے زیادہ کسی کو فصیح البیان پایا ہو۔ اسمین کچھ مبالغہ نہین کہ میر انیس کے تحت لفظ پڑہنے مین اون کی خوش بیانیان وہ لطف پیدا کرتی تہین جو صرف اون کا حصہ مانا جاتا ہے۔ ہر سال عظیم آباد مین محرم کی مجلسین پڑہنے تشریف لیجاتے تھے ہزارون روپیہ اس قسم کی نذر و نیاز سے ملتا تہا ایک مرتبہ سالار جنگ نے حیدر آباد مین طلب کیا تہا۔ وہان تیرہ روز رہے۔ سر سالار جنگ نے تیرہ ہزار پیشکش کیئے اور سر آسمان جاہ بہادر نے چاہا کہ میر صاحب ممبر پر ٹوپی پہنکر بیٹھنے کی جگہ حیدر آباد کی منصبداری پگڑی رکھکر بیٹھین تو ایک مجلس کے دس ہزار پیشکش کیئے جا سکتے ہین مگر میر صاحب نے کہا کہ مین اہلبیت رضؑ کے دربار مین جس وضع سے حاضر ہوتا ہون اوس کے خلاف گوارا نہین کر سکتا اور آخر کار دس ہزار چہوڑے مگر اپنی ٹوپی کا منصبداری پگڑی کے عوض مین سر سے اونارنا قبول نہ کیا۔

قطعہ

ملا انیس سے مین لکھنؤ مین ہون جو دو بار انیس کا نہین اردو زبان مین مثل کوئی کلام اون کا جواب کلام فردوسی	انیس وہ جو خدائے سخن ہین بے تکرار لٹا گئے وہ معانی کے گوہر شہوار بیان اونکا بیان کلیم خوش گفتار

براق بنکے نکلتا انیس کا گھوڑا
جوابِ صاعقہ دیکھی انیس کی تلوار

لکھی جو صبح تو کاغذ پہ روشنی پھیلی
لکھی جو شام تو گیسوئے حور تھے اشعار

کیا جو صورتِ وادیٔ کربلا کو رقم
تو اوسکے سامنے تھے گردگلشن و گلزار

دکھائی باغ کے نشو و نما کی گر حالت
تو چلنے لگ گئی صحنِ چمن مین بادِ بہار

تمام طرزِ بیان سہلِ ممتنع اون کا
جو تھا انیس کو آسان وہ غیر کو دشوار

زبان کوثر و تسنیم سے دُھلی اون کی
دہانِ معدنِ گوہر بیان لولو بار

انیس شاہِ اودھ کے سلام کو نگئے
کھلا تھا اونکے لئے اہلبیت کا دربار

طبیعت (واجد علی شاہ) اون کی روانی مین ابرِ نیسان تھی
برستے اوس سے ہمیشہ تھے گوہرِ شہوار

خدا گواہ کبھی یہ فصاحتین نہ سنین
بربِ کعبہ نہ ایسا فصیح خوش گفتار

بلاغتون کے لگے ڈھیر ہر طرف اونکے
فصاحتون کے لگے اونکے سامنے انبار

انیس اون کا تخلص ببر علی تھا نام
نہ لکھنؤ کے شرف بلکہ تھے وہ فخرِ دیار

مین اون کی کثرتِ تصنیف کو بتاؤن کیا
سُنا عزیزون سے ہین اونکے ڈھائی لاکھ اشعار

کیا انیس نے احسان زبان اردو پر
انیس وادیٔ اردو کو کرگئے گلزار

رباعیون مین بھری ہین بلاغتین کیا کیا
مسدّسون مین نظر آئی مثنوی کی بہار

جو نکتہ چین ہین سلامون سے چھانٹ سکتے ہین
غزل کے رنگ قصیدی کے طرز کے اشعار

ہر ایک صنفِ سخن پر انیس قادر تھے
وہ ایک رنگ مین دکھلا گئے چمن کی بہار

حسین ابنِ علی کو ملا ہے وہ حسّان
کہ جس سے بلبلِ سدرہ کی بندہا ہو منقار

وہ دیکھو تھوڑے سے لشکر کی آمد آمد کو
وہ دیکھو آتا ہے کس شان سے علمبردار

وہ گھوڑے ہیں ٹاپون سے کسطرح روندتے ہین زمین
وہ دیکھو چلتی ہے کس کس بناؤ سے تلوار

وہ باندھتے ہین کمر کس شکوہ سے غازی
وہ کیسی ہلتی ہے شیرون کے ڈونکنے سے کچھار

ہین شاہنامہ مین صدہا لڑائیان لیکن
کیا انیس نے اک جنگِ مختصر کو ہزار

ہزار طرح سے لکھا ہے اک لڑائی کو
ہزار طرح سے باندھا ہے ایک مضمون کو
وہ جھک پڑے ہین جبین گر سبو و عنبر پر
وہ فن مرثیہ گوئی کو علم کر کے گئے
ملے وہ مبدءِ فیاض سے اونھین مضمون
دبیر اونکے مقابل ہوئے سخن آرا
مگر انیس کو فردوسیٔ سخن پایا
انیس مہر سپہر کمالِ فن سخن
شعاع مہر کلام نفیس سے پیدا
(فرزند میر انیس)
بڑے بڑے علما اونکے حاملِ معنی
بڑے بڑے فصحا اونکے قابلِ بندش
کہا یہ مجھ سے مکرر جنابِ شبلی نے
مگر زمانہ نے فرصت نہ دی کہ لکھ سکتا

ہزار طرح سے کھینچی انیس نے تلوار
ہزار طرح سے دوڑائے توسنِ رہوار
تو پھر ہے سرد ظہوری کی گرمی بازار
ہین اسپہ حجتِ قاطع انیس کے اشعار
جو اہل بیت کے ہین خاص قابلِ دربار
بڑے شکوہ سے دکھلائی ہیبتِ گفتار
دبیر مثل نظامی ہوئے مرصع نگار
دبیر ماہ کمال سپہر عز و وقار
کلام اوج شبِ مہ کی طرح پر انوار
(خلف میرزا دبیر)
بڑے بڑے اُدبا اونکے ناقلِ گفتار
بڑے بڑے بلغا اونکے واصفِ اشعار
کرین انیس کی لائف لکھون برسم کبار
ہون اب بھی تنگیٔ فرصت سے اشہری لاچار

میر انس اور میر مونس میر انیس کے حقیقی بھائی ہوتے ہین - اور دونو مرثیہ گوئی مین فخر خاندان ہین - میر نفیس میر انیس کے بیٹے ہین جو مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی مین اپنے نامور باپ کے بہت کچھ مشابہ پائے گئے - اور زمانہ نے میر انیس کے بعد اون کی بھی ویسی ہی قدر کی جو اونکے سزاوار تھی - اور میر وحید میر انس کے بیٹے ہین جو اپنے خاندان مین لاثانی طبیعت لیکر آئے تھے لیکن اب اِن صاحبون مین سے کوئی باقی نہین - راقم ہیچمدان نے سب کو دیکھا اور سب کی سامعہ نوازی سے مستفیض ہوا ہون - خصوصاً میر نفیس کو لکھنؤ اور حیدرآباد مین جی بھر کر سُنا ہے جہان سنی شیعہ ہندو مسلمان علما و ادبا صرف اونکے اشتیاق مین جمع ہوتے تھے اور بڑے بڑے عالی درجہ امیر اون کی جانب ہمہ تن محو نظر آتے تھے ۔

میرزا دبیر

لکھنؤ مین میرزا دبیر میر انیس کے قابل ہمعصر اور مرثیہ گوئی مین قابل مقابل تھے۔ میر انیس کو اردو کا فردوسی کہین تو میرزا دبیر کو اردو کا خاقانی کہتے ہین کچھ تامل نکرنا چاہیئے۔ میرزا دبیر نے مرثیہ کہنا اہل بیت اطہار کے جوش تولا سے اختیار کیا۔ وہ ایک سید کے احترام مین ایسی فروتنی ظاہر کرتے تھے جو اس زمانہ مین کمیاب ہے۔ میرزا صاحب کو عربی کے ادب اور عقائد کی کتابون سے خاص دلچسپی تھی اور فارسی کی اعلی تصنیفات بھی ہمیشہ زیر نگاہ رہتی تھین اس لئے عربی اور فارسی کی ترکیبات اور شکوہ کلام نے اون کی شاعری مین ایک خاص طور کی آمد اور آورد کو جگہ دی تھی۔ وہ اردو کے لفظون مین عربی اور فارسی کے بڑے بڑے مطالب لانا چاہتے تھے اور اسی لئے اونکو بعض جگہ تعقید کی پروا نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ تعقید کے لحاظ سے ایک اعلے مضمون کا چھوڑ نا نہ چاہتے تھے۔ میرزا دبیر کے کلام سے بے انتہا اعلی مطالب کا اقتباس کیا جا سکتا ہے۔ میرزا صاحب کی تصنیف کا صحیح شمار معلوم نہین مگر میر انیس کے ساتھ ساتھ اونکو بھی دیکھنا چاہیئے۔

میرزا دبیر کے کثیر مراثی اور سلام اور رباعیات مین سے تین جلدین چھپکر شائع ہوئی ہین کاش تمام کلام ایک جگہ جمع کر لیا جاسے تو اردو کی شاعری کا ایک قابل قدر ذخیرہ ہو سکتا ہے راقم کو بزمانہ قیام لکھنؤ اکثر میرزا صاحب سے حصول نیاز کا موقع ملا ہے۔ میرزا دبیر کا انتقال میر انیس کے بعد ہوا۔

امیر مینائی

کہتے ہین کہ زمانہ مشکل سے سو برس مین ایک ذی کمال پیدا کر سکتا ہے۔ جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی بھی اونہین ذی کمال افراد مین شمار کئے جا سکتے ہین۔ منشی صاحب منشی مظفر علیخان اسیر کے شاگرد رشید رہین۔ طبیعت کا اصلی مذاق صوفیانہ تھا۔ نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے رامپور خلد آشیان نے تمام ہندوستان سے منتخب کرکے

منشی صاحب کو اپنا استاد بنایا تہا۔ اور اخر وقت تک وہ منشی صاحب کو اپنے دربار کی عزت سمجہتی رہی۔ مین نے حضرت منشی صاحب کو رامپور اور بہوپال مین دیکہا اور آخر مین اوس قدسی پیکر کی حیدرآباد مین زیارت کی ہی ایک زمانہ مین خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری تہا۔ منشی صاحب کا کلام غزل قصیدہ دونوں مین اون کا کمال ظاہر کرتا ہی۔ تین دیوان منشی صاحب کے چھپ چکے ہین۔ ان مین ایک دیوان نعت جناب سرور کائنات مین ہے۔ اردو کی دنیا مین کسی کا کلام نعت اس مرتبہ کا نہین۔ شاعری کے علاوہ منشی صاحب نے ایک لغات اردو کی تدوین مین اپنی وسعت معلومات کا اظہار کیا۔ جو حصہ لغت کا چھپ کر شائع ہو چکا وہ آپ ہی اپنا نظیر سمجہا جاتا ہے۔ اور انگلستان کی علمی سوسائٹی مین بھی اوسکو قبولیت خاص کا درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ مسٹر آربرن نے جن کی کئی پشتین ہندوستان کی خدمات مین گزرین اپنی عالمانہ تحقیقات ہند کے متعلق اپنی تصنیف مین منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی اور اون کی قابل قدر امیر اللغات کا ذکر کیا ہے۔ مسٹر برن یہ بات چاہتے ہین کہ یہ لغات مکمل ہو جاسے اور اس نظر سے وہ یہ رائے دیتے ہین کہ انجمن ترقی اردو نواب صاحب بہادر رامپور کو جن کی فیاضانہ امداد سے اس کتاب کا آغاز کیا گیا تہا اپنی خدمات اس کام کے واسطے تفویض کر دہ کہتے ہین کہ نہایت افسوس کا مقام ہوگا کہ باقیماندہ کتاب نہ چھاپی جا سکے۔

(دیکہو انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڑہ - ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء)

آخر سنہ ۱۹۰۰ء مین منشی صاحب کا انتقال حیدرآباد دکن مین ہوا۔ ان دنون راقم بھی حیدرآباد مین موجود تھا۔ بنارس مین حضور نظام نے منشی صاحب کو حیدرآباد آنے کا ایما فرمایا تہا۔ جب منشی صاحب بہوپال پہونچے۔ تو بعض عوارض کی شکایت تھی۔ جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ سابق بہوپال نے چار ہزار روپیئے پیشکش کئے اور پندرہ روز اپنے آراستہ باغ مین مہمان رکھا۔ اور فرمایا کہ اب آپ یہین رہین کہین نہ جائین۔ مگر موت کی کشش کا روکنے والا کون تہا۔ آخر کار حیدرآباد تشریف لے گئے۔ اور حضور کے ایما سے جناب داغ کے مہمان ہوئے اور چند روز بعارضہ پیچش مبتلا رہکر انتقال فرمایا۔ منشی صاحب کے تلامذہ مین جلیل اور ریاض

اپنے اوستاد کا قابل قدر یادگار ہین۔ حضرت جلیل حیدرآباد مین ہین اور جناب ریاض اپنے ریاض الاخبار کے اڈیٹر اور مالک۔

اوج

میرزا دبیر لکھنوی خاقانی اُردو کے فرزند رشید میرزا اوج سلمہ اللہ تعالیٰ مرثیہ گوئی مین اپنے مشہور باپ کے نامور بیٹے ہین۔ میرزا اوج کے کلام مین متانت وہی ہے۔ جو اون کو جناب دبیر مغفور سے وراثتاً پہونچی اور کلام کی بندش مین صفائی اون کی خاص طبعزاد ہے راقم نے حیدرآباد مین نواب فیاض علیخانصاحب کی آراستہ وپیراستہ مجالس مین میرزا اوج کو تحت اللفظ پڑہتے سُنا ہے جہان تمام حیدرآباد کے امراء و اکابر جمع ہوتے تھے۔ اور اون کے ہر بند پر صلّ علیٰ و سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے۔

تسلیم

منشی امیراللہ تسلیم سے رامپور مین ملا ہون۔ اور جناب تسلیم کا کلام اون کی زبان سے سنا ہے اب سن شریف قریب ستّر برس کے ہوگا۔ اردو مین صاحب دیوان ہین اور مثنوی شام غریبان آپ کے ادائے سخن کی بہترین نمونہ ہین۔ نسیم دہلوی کے شاگرد ہین

انوار حسین تسلیم

منشی انوار حسین تسلیم سہوانی کو فن تاریخگوئی مین ید طولےٰ حاصل تہا۔ چنانچہ آپ نے اقسام تاریخ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور یہ کتاب مطبع نیر اعظم مرادآباد مین چہاپی گئی ہے۔ مین نے لکھنؤ مین دیکہا تہا۔

جلال لکھنوی

لکھنؤ کے مشہور شاعرون مین سے ہین۔ نواب کلب علی خان فرمانروائے سابق رامپور کی قدرشناسی نے انکو اپنے دربار مین جگہ دی تھی۔ جناب داغ بھی اُن کو مانتے ہین۔ علم عروض مین دوسرون سے ممتاز ہین۔ دیوان جلال چھپ چکا ہے کلام مین سلاست کا

ساتھ متانت اوستادی کے درجہ مین لئے ہوئے ہے۔ راقم نے دیکھا نہین کلام سے لطفِ سخن حاصل کیا ہے۔

فصیح الملک نواب میرزا خان داغؔ

جناب داغؔ کی تعریف مستغنی عن البیان ہے دوسرے حضور نظام حیدرآباد کی استادی اور پندرہ سو روپیہ ماہوار کی ملازمت نے اونکو سب تعریفون سے بے نیاز کر دیا ہے۔ جناب داغؔ کے تین دیوان ہین اور سنتا ہون کہ چوتھا دیوان بھی نکل چکا ہے لیکن جناب داغ کی شاعری کا دلچسپ اور بہترین نمونہ پہلا دیوان موسوم بہ گلزارِ داغ ہے۔ داغ کے کلام کی سادگی مین اداے کلام وہ مزہ دیجاتی ہی جو داغؔ اور صرف داغ کا حصہ ہے۔ اور موجودہ زمانہ کا سلیس اور سادہ مذاق غزل کے لئے داغ کی زبان اور داغ کے اندازِ بیان کی نسبت خاص دلچسپی ظاہر کرتا ہی۔ اور اسباب مین داغ کو جو بات حاصل ہو گئی ہے وہ عام مذاق پر اثر ڈالنے والی ہے اور تمام ہندوستان کی محفلون اور عیش و نشاط کے جلسون مین جتنی غزلین داغ کی گائی جاتی ہین اور کسی کی نہین گائی جاتین۔

جناب داغؔ خواجہ ابراہیم ذوقؔ کے شاگرد رشید ہین۔ دلّی سے نکلکر نواب کلب علیخان فرمانرواے رامپور کی قدردانی سے دربار رامپور مین جگہ پائی۔ اور نواب خلد آشیان کے بعد تعدیر کی یاوری نے حیدرآباد پہونچا کر حضور نظام کا استاد بنایا۔ جب جناب داغؔ حیدرآباد کو تشریف لے گئے ہین تو راقم وہان موجود تھا۔ اور خدا بخشے مولوی سیف الحق صاحب ادیب دہلوی نے مجکو اون سے ملایا تھا۔

مولانا حالی

مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی قصبہ پانی پت کے متوطن ہین مگر ساری عمر دلّی کی صحبتون مین گزری۔ خواجہ ابراہیم ذوق۔ حکیم مومن خان۔ مولوی امام بخش صہبائی۔ مفتی صدر الدین خان۔ نواب علاؤ الدین خان رئیس لوہارو۔ میرزا اسد اللہ خان غالب

جیسے ادبا و شعراے کاملین کی ہم بزمی کا موقع پایا۔ مولانا حالی کی شاعری دو صورتون پر منقسم ہے۔ ایک وہ جو اون کے دیوان مین پائی جاتی ہے جو شاعری کا موضوع ہے۔ دوسرے وہ جسکو زمانے کے مذاق اور ابناے زمانہ کی سخن فہمی کا اندازہ کرکے اونہون نے اختیار کیا۔

مین اس ادب کے مقام مین کچھ بولنا نہین چاہتا۔ مگر مجکو اپنی طبیعت اور اپنی راے کا اختیار ہے۔ مین اون کے طرز قدیم کو شاعری جانتا ہون اور دوسرے طرز کو نظم اور صرف نظم۔ مولانا حالی کا دماغ من حیث شاعری کے اکثر دماغون سے زیادہ روشن ہے۔ جسکے کمرون مین زمانہ شموع کافوری کی جگہ کیروسن آیل کی روشنی پسند کرتا ہے۔ ؎

کیون جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھکر
جلتا ہون اپنی طاقت دیدار دیکھکر

مولانا حالی کی تصنیف شریف اور تالیف لطیف سے سرسید احمد خان کی لائف حیات جاوید دیوان حالی۔ مسدس جزر و مد۔ یادگار غالب۔ حیات سعدی۔ اور متعدد نظمین اردو کی دنیا مین بقاے زمان تک اپنی یاد قایم رکھنے والی ہین۔ راقم کو کئی مرتبہ مولانا سے حصول نیاز کا موقع ملا ہے۔ اب سن شریف ساٹھ سال کے قریب ہوگا۔ مولانا حالی پرانی وضع کے ایک ایسے قابل قدر بزرگ ہین جو علم ارثماطیقی مین نو کے ہندسہ کی طرح کبھی اپنی وضع کو نہین چھوڑتے۔

نو		۹
نو دونی۔	۱۸۔	آٹھ اور ایک نو
نو تیا	۲۷۔	سات اور دو نو
نو چوک	۳۶۔	چھ اور تین نو
نو پنجے	۴۵۔	پانچ اور چار نو

اسی طرح دس تک چلے جاؤ - ہر نتیجہ نو کو کم زیادہ کرتا ہوا نہ پاؤگے

ریاض خیرآبادی

منشی ریاض احمد صاحب ریاض خیرالبلاد خیرآباد کے متوطن ہین - جس سرزمین سے بڑے بڑے نامور عالم فاضل شاعر پیدا ہو چکے ہین - اور ابھی تھوڑے زمانے پہلے تک مولانا فضل حق اور اون کے بعد اون کے نامور بیٹے مولانا عبدالحق جیسے علامہ روشناس عالم تھے - شاعرانہ مذاق مین بھی خیرآباد کا نمبر بہت بڑھا ہوا ہے -- ریاض - مضطر - وسیم جیسے رعنا خیال اور کہان نظر آتے ہین - جناب ریاض حضرت امیر مینائی کے شاگرد رشید ہین لیکن انداز بیان مین فصیح الملک داغ کے ساتھ چلنا چاہتے ہین - ریاض کی طبیعت غزل کے حقیقی معنی سخن با محبوب گفتن کو خوب سمجھے ہوئے ہے - ریاض کی ترکیب ادابندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ داغ کی طرح بزم محبوب مین پوری رسائی رکھتے ہین اور وہ جو کچھ لکھتے ہین ایک گزری ہوئی کیفیت کا نمونہ ہوتا ہے - ریاض کے استعارات کی رنگینی خاص قسم کی ہے - اور ریاض کی نثر مین بھی ایک خاص رعنائی ہوتی ہے - اور جو لوگ ان آوازون پر کان لگائے رہتے ہین وہ ریاض کی نظم و نثر سنکر کہہ سکتے ہین کہ ہو نہ ہو ریاض کیسی آواز ہے -

مضطر

جناب مضطر سے میرا تعارف نہین مگر اتنا جانتا ہون کہ وہ نواب ابراہیم علیخان بہادر رئیس ٹونک کے ہوا خواہ اور مصاحب خاص ہین - اور اون کا نہایت دلچسپ اور دل پر اثر ڈالنے والا کلام مختلف گلدستون مین دیکھا ہے اور اوس کلام سے موضوعات شاعری کا قابل قدر پتا ملتا ہے - جو اردو کی شاعری کا بہترین نمونہ سمجھا جا سکتا ہے -

شوکت

حسّان الہند مولانا شوکت نزیل میرٹھ میدان مناظرہ مین مرد اور اپنی ژرف نگاہی اور بہتاتِ خیال مین جوہر فرد ہین - اخبار طوطی ہند اور شحنۂ ہند اور رسالہ پروانہ اون کے مقالات شاعری

کی شاہراہ اور اون کے خیالات رفیعہ کے جولانگاہ ہین - ہمارے فاضل مخدوم نے متبنّی - خاقانی غالب کے اشعار کا جوحل کیا ہی وہ اردو کی لائبریری مین بہت بڑی عزت سے جگہ پانے کے قابل ہے -

منیر شکوہ آبادی

منشی اسمعیل منیر شکوہ آبادی کی استعداد علمی کو فاضلانہ درجہ حاصل ہے - غدر ۱۸۵۷ء کی رستخیز بیجا مین پکڑکر کالے پانی کو بھیجدیے گئے تھے اور مولانا فضل حق خیرآبادی کو بھی وہان بھیجا گیا تھا - مولانا فضل حق نے کہا کہ اُردو مین عربی کیسی گنجایش نہین اور عربی کا اور ایک قصیدہ پڑہا - منیر نے اوسی کے جوڑ کا قصیدہ اردو مین لکھا جو اون کے کلیات مین موجود ہی نواب کلب علیخان بہادر فرمانروا ے رامپور کی قدردانیون سے - امیر - داغ - جلال منیر شاعری کے اربعہ عناصر بن رہے تھے - منیر کی شاعری کا مذاق سب سے علاحدہ ہے - منیر کی شاعری سے ہندوستان کے خاص مذاق کا اندازہ ہوتا ہے - منیر کی قدرت کلام کا اندازہ بغیر اس کے نہین ہوسکتا کہ اون کے کلیات کو دیکھا جاے جو ایک مرتبہ چھپکر کمیاب ہورہا ہے - منیر انتہا کے خوش بیان تھے - اون کی باتون مین عجیب دلربائی تہی - راقم نے منیر کو اون کی آخر عمر مین دیکھا ہے - جب کہ اون کا سن ساٹھ برس سے زیادہ ہوچکا تھا مگر منیر کی شگفتہ مزاجی اون کو لڑکے جوان بوڑھون مین یکسان محبوب بناے رکھتی تھی -

قلق

جناب آفتاب الدولہ قلق کو مین نے اوس وقت مین دیکھا جب کہ وہ آفتاب لب بام ہورہے تھے - قلق کا شمار اردو کے خاص شاعرون مین ہے - اور قلق کا دیوان اور اونکی مثنوی - طلسم الفت خاص دلچسپی سے دیکھی جاتی ہے - اور اوس سے زبان کے محاورات اور روزمرہ کی بول چال کا بہت کچھ پتا ملتا ہے -

اسد اللہ خان غالب

مجکو دلّی کی آبادی اور شاعری کی دنیا مین ایک میرزا اسد اللہ خان غالب کا دیکھ لینا اس وقت سے دلی وسودا تک سب کو دیکھ لینے کے برابر ہے - ۱۲۸۵ھ ہجری مین مین نے حضرت میرزا صاحب کو الہ آباد مین بابو بینی پرشاد صاحب وکیل ہائی کورٹ کے دیوان خانہ مین دیکھا اور اون کی شیوا بیانیون سے بھی مستفیض ہوا - اس وقت مین میری عمر سترہ اٹھارہ برس کی تھی - اور مین بھوپال مین ملازم تھا - جناب نواب سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین والیہ سابق ریاست بھوپال نے بہت چاہا کہ حضرت میرزا صاحب بھوپال تشریف لائین اور یہین قیام فرمائین مگر مرزا سے دلی چھٹنا مشکل تھا -

میرزا غالب کا اردو دیوان شاعری کی جان ہی - اگر اردو مین شاعری کی صورت نظر آسکتی ہے تو میرزا غالب کے دیوان مین - مگر اوس کا سمجھنا معمولی بات نہین - اس لئے مولانا شوکت کے حلّ غالب سے مشکلکشائی کا کام لینا چاہیئے - میرزا غالب فارسی کے شاعر ہین اور اون کا فارسی کلام نہ صرف ہندوستان بلکہ ایران مین اوستادانہ درجہ رکھتا ہے - مگر دلّی کی بود و باش اور شاعری کے حقیقی مذاق نے اون کی اُردو شاعری پر جو اثر کیا وہ میرزا غالب اور صرف میرزا غالب کا حصہ ہے - وہ اردو شاعری مین اپنی وضع کے آپ موجد ہین اور آپ خاتم - حکیم مومن خان اور اُستاد ذوق اونکے مشہور اور مستند ہمعصر ہین لیکن میرزا غالب کا کمال فن اور چیز ہے -

بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

کلام الملوک

ابوظفر

اردو کا نشو و نما دلّی سے ہے - شاہ جہان کے وقت مین یہ بیج بویا گیا - محمد علی شاہ کے

عہدمین نشو ونما پائی - ابوظفر خاتم سلطنت مغلیہ ہلی کے زمانہ میں پھول تیپیون کی کثرت ہوئی - اور دلّی اور لکھنؤ کے زبان دانون نے طرح طرح کے پھل پھول نمایان کئے یہان تک کہ دلّی کے آخری بادشاہ ابوظفر نے بھی شاعری سے دل چسپی ظاہر کی - ظفر کا دیوان مشہور ہے اور اردو کی لائبرری مین ہونا ضرور ہے - شاہ موصوف ۱۸۵۷ء مین دلّی سے رنگون کو تشریف لے گئے اور وہین رحلت فرمائی - میری عمر اس وقت مین آٹھ نو برس کی تھی - خواجہ ابراہیم ذوق - حکیم مومن خان - میرزا غالب اس زمانہ کا خاص یادگار ہین -

واجد علی شاہ

حضرت جان عالم محمد واجد علی شاہ کو جو اودھ کے آخری بادشاہ ہین - موسیقی اور شاعری سے خاص دل چسپی تھی حضرت کا ایک ضخیم دیوان بہت جلی خط مین چھپ چکا ہے - جو کمیاب ہے اور غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے کلکتہ کو جانا اور وہین مٹیا برج مین قیام فرمانا ہوا - اور وہین انتقال کیا - اختر تخلص فرماتے تھے -

راقم نے بزمانہ حیات حضرت ارم آرام مٹیا برج مین عمارات شاہی اور رمنہ و چڑیا خانہ وغیرہ کی سیر کی ہے جسکو دنیا کا فردوس کہہ سکتے ہین - اور منشی امیر علی خان بہادر وزیر السلطان نے حضرت کا دیوان مجکو عنایت کیا تھا

نواب یوسف علیخان

طبقۂ اعلا مین اردو کا کلام نواب یوسف علیخان بہادر متخلص بہ ناظم فرمانروا سابق رامپور کی متانت کلام اور امیرانہ خیال کو خاص طور سے ظاہر کرتا ہے اور نواب صاحب ممدوح کو مرزا غالب سے خاص عقیدت تھی - نواب یوسف علیخان کا دیوان اس طبقہ کی تصنیفات مین اردو کا سرمایۂ تفاخر ہو

نواب کلب علیخان بہادر

رامپور کے دوسرے فرمانروا نواب کلب علیخان بہادر جن کا نام نامی اہل کمال کی قدردانی مین مشہور آفاق ہے - شاعری کا خاص مذاق رکھتے تھے - اور امیر - داغ - جلال - تسلیم -

جیسے باکمال شعراء کی ہم بزمی نے اونکے مذاق پر اور صیقل کردی تھی - نواب تخلص فرماتے تھے نواب موصوف کی تصنیف سے کئی دیوان یادگار ہین - حضور ممدوح نے اپنی تمام تصنیف جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے ذریعہ سے راقم ہیچمدان کو عنایت فرمائی تھی - جبکہ راقم بھوپال مین نائب مرافعہ تھا - نواب موصوف کے دوادین سے اردو کے محاورات اور روزمرہ کی بول چال اور شاعری کی ترکیبات بندش کا خاص پتا ملتا ہے -

حضور آصف جاہ نواب میر محبوب علیخان بہادر فرمانروا ے حیدر آباد

ماشاء اللہ چشم بدور اعلیٰ حضرت قدر قدرت نظام الملک آصف جاہ نواب میر محبوب علیخان بہادر فرمانروائے حیدر آباد ملک اور زبان دونو کے بادشاہ ہین - اردو مین اعلیٰ حضرت نے جناب داغ کو نواب فصیح الملک کا خطاب مرحمت کیا - اور پندرہ سو روپیے ماہوار مقرر فرمائے ہین - جناب داغ اعلیٰ حضرت کے استاد ہین - حضور والا کا کلام بہت صاف اور پاکیزہ ہوتا ہے - اور اکثر خیالات مین شاہانہ مقاصد کی جھلک پائی جاتی ہے - اور اعلیٰ حضرت کی نظمون سے رعایا کی نسبت التفات خاص کا پتا ملتا ہے - جیسا ارشاد فرماتے ہین

آصف کو جان و مال سے ہرگز نہین دریغ
گر کام آئے میری رعایا کے واسطے

اعلیٰ حضرت کے وزیر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد بھی نظم اور نثر مین مشہور رہین - اور اکثر غزلیات آپ کی تصنیف سے جناب داغ کے مقابلہ مین ایک ردیف و قافیہ پر شائع ہوئی ہین - اور خود حضور کے شاگرد ہین - اور اردو کی لائبریری کے لئے شاہ و وزیر کی کلام معجز نظام کا ایک ایک پرچہ جمع ہونا ضرور ہے - راقم نے باغ عامہ کے ایک عام جلسہ مین حضور پر نور کو گوہر افشان ہوتے دیکھا ہوا اور جناب مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد کی

شیوا بیانی سے بھی بزمانہ پیشکاری مسرور ہوا ہون - جب کہ میرے دوست سرشار ملازم دولت آصفی مہاراجہ پیشکار نے مجکو یاد فرماکر اوس کا موقع دیا تھا -

نواب صدیق حسن خان بہادر

نواب سید صدیق حسن صاحب بہادر قنوج کے متوطن ہین - پہلے سرکار بہوپال مین ملازم ہوگئے پہر علیا حضرت نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ والیہ ریاست بہوپال نے اونکے ساتھ نکاح کیا اِس قرب منزلت سے اونکو نواب والاجاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر کا خطاب ملا - ورسترہ ضرب توپ کی سلامی مقرر ہوئی - لیکن آخر کو یہ خطاب گورنمنٹ انگریزی نے واپس لیا اور سلامی موقوف ہوئی - مگر نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کی شوہریت کے اعزاز نے آخر وقت تک ساتھ دیا - نواب صدیق حسن خان صاحب طبقہ امرا مین آپ ہی اپنا نظیر سمجھے جاسکتے ہین - عربی کے پورے ادیب فارسی کے مستند انشا پرداز - اردو کے قابل قدر نکتہ سنج جناب موصوف کی تصنیفات عربی و فارسی و اردو کی تعداد ڈیڑہ سو نمبر سے زیادہ ہے - جناب موصوف نے اپنی دلچسپی کو ایک مجلس مشاعرہ ہفتہ وار مقرر فرمائی تھی - اس جلسہ کو راقم سے خاص تعلق تھا مولوی یوسف علی صاحب گوپاموی صدر الصدور - حافظ خان محمد خان صاحب شہیر - میرزا کمال الدین صاحب سنجر ایرانی - مولوی محمد احسن صاحب احسن - منشی صابر حسین صبا - اور مولانا محمد عباس بن ملا احمد عرب شروانی صاحب نفحۃ الیمن و عجب العجائب - اور نواب صاحب کے دونو صاحبزادے میر نور الحسن خان بہادر کلیم - اور میر علی حسن خان بہادر سلیم - اور منشی کنج منوہر لال صاحب نوش - اور نواب صاحب بہادر کے داماد میر عبد الحی خان بہادر شریک مشاعرہ ہوتے تھے - اور کبھی کبھی جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ بہوپال جنت آرام کی غزل بھی پڑھی جاتی تھی - مشاعرہ مین فارسی اور اردو دونون کی طرحین دیجاتی تہین - فارسی مین نواب صاحب نواب اور اردو مین توفیق تخلص فرماتے تھے - نواب صاحب کا مذاق تغزل نہایت قابل قدر ہے - نواب صاحب کا موحدانہ

اور مجتہدانہ رنگ شاعری پر بھی اپنا اثر ظاہر کئے ہوئے ہے۔

ناولسٹ

آردو کے ادب مین اردو کے جدید مذاق ناول کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ اگرچہ اون کے بعض خیالات کو مہذب گروہ ناپسند کرتا ہو بلکہ اوس کے انداز مقال اور انشاپردازی کا لحاظ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ زبان دانی کے لئے اون سے نہایت بیش بہا فقرات کا اقتباس کیا جاسکتا ہو۔ جس سے بہتر لکھنا معمولی بات نہین۔ مین اس موقع پر پنڈت رتن ناتھ سرشار کا نام سب سے پہلے لیتا ہون جنکے ناولون مین مختلف سوسائیٹون کے طرز بیان کا دلچسپ خاکا موجود ہے۔ دوسرے مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی جن کے ناولون مین دلچسپی کے ساتھ کلام کی متانت کا خاص حصہ ہے۔ تیسرے حکیم محمد علی صاحب جنکی لطافت طبعی اور حکیمانہ ادراک لئے جعفر و عباسہ۔ اور جان و ہنوریا۔ اور دوسرے ناولون مین قابل قدر نقاشی کی ہے۔ یا ایسے ہی اور ناول اور ناول نگار جنکے طرز بیان سے اُردو کی شاعری اور اُردو کے ادب پر کوئی مفید اور دلچسپ اثر پڑسکتا ہے اور اونکے پسندیدہ لفظون اور قابل قدر ادائے کلام سے ناطقہ افروزی کی جاسکتی ہے۔ میرے نزدیک اکثر ناولون مین لفظون کو اس سلیقہ سے بٹھایا اور لفظون کو جوڑ کر اس دلچسپی سے فقرہ بنایا گیا ہے جو بہت کچھ قابل قدر ہے۔

خواتین شاعرہ

علیاحضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال

واضح ہو کہ راقم ہیچمدان کو بھوپال مین بائیس برس ملازمت کا تعلق رہا۔ اور سالہا سال علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ جنت آرام والیہ سابق ریاست بھوپال کے حضور مین باریابی کا فخر حاصل رہا ہو۔ حضور ممدوحہ کا مذاق نہایت شاہانہ تھا۔ اونکی لائف کو جداگانہ

ایک کتاب کی ضرورت ہے حضور موصوفہ کو شاعری سے خاص دلچسپی تھی - اور استعداد علمی بھی رئیسانہ درجہ مین بہت کچھ قابل قدر تھی حضور ممدوح پہلے شیرین تخلص فرماتی تہین پھر اپنا تخلص تاجور مقرر کیا - حضور ممدوحہ کے دو دیوان ہین - اور آخر مین ایک مثنوی تصنیف کی جسمین ہر سنیری کا نیچرل سمان لکھا ہے - حضور موصوفہ کو بھاشا سے بھی دلچسپی تھی - اور کبھی کبھی بھاشا کی ٹھمریان تصنیف کرتی تھین - حضور ممدوحہ کے زمانۂ آخر کی جلیسون مین نواب آرا بیگم صاحبہ اور چھوٹی بیگم صاحبہ خاص طور پر قابل یادگار ہین - چھوٹی بیگم صاحبہ دلّی کی رئیس زادیون مین دو بہنین تھین - نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے بڑی بہن کی شادی اپنے خاندان مین میان عالمگیر محمد خان صاحب سے اور چھوٹی بیگم کی شادی اون کے چھوٹے بھائی میان صدر محمد خان صاحب سے کر دی تھی - چھوٹی بیگم کی بڑی ہمشیرہ کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اور چھوٹی بیگم کا انتقال نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کے انتقال سے کچھ پہلے دلّی جا کر ہوا - چھوٹی بیگم اور بڑی بیگم دونو کے دیوان یادگار ہین اور چھپ گئے ہین - آرا بیگم صاحبہ نواب علی نقی خان بہادر وزیر بادشاہ اودہ کی نواسی ہین جو نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کے انتقال کے بعد بھوپال سے تشریف لے گئین - اون کا کلام مین نے نہین سُنا

قطعہ بیادگار رحلت جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ

مین اٹاوہ سے چلا صورت نبض مضطر	آیا بھوپال مین جون آب مین آتا ہو بشر
صبح کو اُٹھکے گیا باغ نشاط افزا مین	جسمین طوبیٰ سے نظر آئی سرافراز شجر
دیکھی اس باغ مین اک قبر مصفا مین نے	مدفن شاہجہان بیگم والا گوہر
کیا کہون قبر کی مٹی مین ملا ہے کیسا	ہائے وہ جسم ملا جاتا تھا غازہ جسپر
کیا بتاؤن تمہین کیسی تھی کتابی صورت	کیا کہون کیسی تھی پرنور جبین انور
دیکھنا ہو جنھین ہمت کا نمونہ ادنیٰ	دیکھے بھوپال مین وہ تاج محل کو جاکر
ایک مسجد وہ بنا کی تھی کہ ثانی اوس کا	دیکھنے مین نظر آتا نہ میان کشور

فرش تھا شیشہ کا اٹلی سے منگا کر رکھا | اور بلّور کا بنوایا تھا اوس کا ممبر
آگئی اون کی قضا رہ گئی مسجد باقی | پڑہ سکیں ہائے نہ وہ اوسمین نماز آخر
شوق تعمیر مین تھین شاہ جہان ثانی | جود و اکرام مین رکھتین تہین اپنا ہمسر
ہائے اس طرح اکیلا تو نہ دیکھا تھا کبھی | پاس حاجب ہے نہ دربان نہ کوئی نوکر
بادشاہون کی صفت رکھتی تہی اونکی فطرت | شہریارون کے خیالات تھے اونکی یکسر
ہے اب کوئی نہین پوچھنے والا اتنا | حال کیسا ہے گزرتی ہی کہو کیا دل پر
راج ہٹ رکھتی تہین اور خبر ستے تریا ہٹ بہی | تھا نہ داماد سے مطلب نہ خیال دختر
جو کہا منہ سے کیا ہمت عالی سے وہی | ولیسرائے کا اونہین کھٹکا نہ رزیڈنٹ کا ڈر
آیۂ فاعتبروا یا اولے الابصار پڑہو | اور دیکھو یہ ہی دنیا سے دنی کا منظر
آشہری تا بکجا یاد کرو گے اون کو | آہ و شیون سے نہین ضبط فغان ہی بہتر

خاص محل ۔ حضرت جانعالم محمد واجد علی شاہ ارم آرام بادشاہ اودہ کے محلات معلے مین خاص محل کا درجہ خاص ہی ۔ خاص محل صاحبہ کا دیوان چھپ گیا ہی ۔ جب جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ سابق ریاست بہوپال کلکتہ کو تشریف لے گئین تو خاص محل صاحبہ نے اپنا دیوان نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کو اور نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے اپنا دیوان شیرین خاص محل صاحبہ کو دیا تہا ۔ مجکو بوجہ ملازمت سرکاری جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ جنت آرام سے ملنے سے حضور خاص محل کی زمزمہ سنجیون کے سننے کا اتفاق ہوا حضور ممدوحہ کی زبان بجاے خود فصاحت کی کان سمجہنا چاہیئے ۔ اور نسوان کی شاعری مین اونکی شاعری کو خاص جگہ دینا لازم ہے ۔

فرخندہ بیگم ۔ فرخندہ بیگم صاحبہ سالہا سال بہوپال مین رہین ۔ اپنا وطن بغداد بتاتی ہین بہوپال مین انکو ہزارون روپیہ کا نقصان پہونچا ۔ مگران کے صبر کا قدم نہین ڈگا ۔ فرخندہ بیگم صاحبہ ایرانی شرافتون کا لاثانی نمونہ ہین ۔ اس زمانہ مین ایسی عفت اور عصمت اور ایسا پردہ اور ایسا شاندار صبر و تحمل فرخندہ بیگم پر ختم ہے ۔ فرخندہ بیگم صاحبہ عربی ۔ فارسی ۔ ترکی مین بے تکلف باتین کرتین اور پارسی

مین فی البدیہہ اشعار کہنے سے حیرت انگیز کمال ظاہر کرتی ہین - اور اب اردو شاعری کی بھی مشق ہو گئی ہے - راقم ہیچمدان کو عزیزانہ نیاز حاصل ہے -

اب سنتا ہون کہ جب علیگڑھ مین تعلیم نسوان کی ابتداء قایم ہونے کی تدبیرین ہو رہی ہین تو جناب موسیٰ خان صاحب نے فرخندہ بیگم صاحبہ کو بھوپال سے اپنی لڑکیون کی خانگی تعلیم کو طلب فرمایا ہے - اِس مین کچھ شک نہین کہ سارے ہندوستان مین ایسی مہذب اور غیور اور ادیبہ اور فاضلہ خاتون پروفیسری کو نہین مل سکتی -

ضیا

یہ بی بی مولوی نظام الدین صاحب کی ہمشیر جاورہ کی رہنے والی ہین - شعر کہنے سے خاص دلچسپی رکھتی ہین اور اُردو شعر بے تکلف کہتی ہین - بھوپال مین جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کے بذل وعطا سے مستفیض ہوتی رہتی تہین - کئی مرتبہ بھوپال آنے کا اتفاق ہوا ضیا کو غزل اور قصیدہ دونو مین قابل قدر سلیقہ حاصل ہے اور ضیا کی شاعری سے مذاق علمی کا پتا ملتا ہے -

پس اگر اردو کی ترقیخواہ جماعت اردو کی لائبریری مین خواتین زمانہ قریب کو خاص جگہ دے تو وہ اردو کی دلچسپی مین خاص اضافہ کرنے والی ہو گی -

اب شاعری کی ضرورت نہین

موسیقی اور شاعری اوسی وقت اچھے معلوم ہوتے ہین - جب قوم ہر طرح سے آسودہ اور فارغ البال اپنے اقبال وترقی کے مزے لے رہی ہو - اوس کے قلوب شگفتہ و شاداب ہون اوس کی قدردانی اور داد سخن کے لئے کافی دولت پاس رکھتی ہو - اوس کی سوسائٹی اور اوس سوسائٹی کے آزادی اور تنعم مین خوف مایوسی - پریشانی - پژمردگی - افسردہ دلی کا نام نہو - برخلاف اوس کے ہماری قوم تمام دنیا مین اس خیال کا مصداق نظر نہین آتی - اور ہمارا قومی ستارہ جو نسر طائر بنکر

اوپر کو چڑھ رہا تھا وہ نسر واقع بنکر نیچے کو اتر رہا ہے ۵ ملیل

ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جوان ہوکر	ہمارے باغ ہستی مین بہار آئی خزان ہوکر
یہی عالم ہے گر جوش جنون مین خاک اوڑانے کا	زمین بھی سر پہ اکدن آ رہے گی آسمان ہوکر
وہ بت محو خرام ناز ہے آئینہ خانے مین	تماشا ہے کہ یوسف پھر رہا ہے کاروان ہوکر
بڑھاپا منزل کا تیری جوانی دونو قاتل ہین	ستمگر تو بنا ہے تیر ہوکر وہ کمان ہوکر
ہمین وہ تھے کہ ہوتی تھی بسر پھولون کے غنچے مین	ہمین اب اے فلک تنکے چنین بے آشیان ہوکر
نہال شمع مین کیا خوشنما اک پھول آیا تھا	ستم ڈھایا نسیم صبح چلنے باد خزان ہوکر

اس لئے آج کل کسی کو شاعر بننے کی ہدایت کرنا یا کسی کو شاعر ہونے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو ہنسوانا اور شاعری کو ذلیل کرنا ہے اور جو عام قلوب کو موسیقی کی طرح نظم کے ساتھ خاص دلچسپی ہے وہ شاعری کے بدلے صرف نظم سے حاصل کیجا سکتی ہے لیکن جیسے موسیقی مین معمولی لوگون کو دادرہ۔لاونی اچھے معلوم ہوتے ہین جو موسیقی کا معیار کمال نہیں بلکہ وہ معیار دھرپد خیال ٹپہ ترانہ وغیرہ مین پایا جاتا ہے ویسے ہی نظم کی عام دلچسپیان شاعری کے خاص مقامات کے ہم مرتبہ نہین ہوسکتین۔اور ایشیائی سوسائٹی کے علمی مذاق اور اوس کی یادگاری علامتون کا قایم رکھنا ضروری۔اس لئے ہمکو اتنا سادہ اور بے شعور نہونا چاہئے جو شاعری کے اعلیٰ مقامات کو بالکل بھول جائین اس لئے اگر ہم شاعر بنکر شاعری کی حالت مین وہ صورتین نہین دکھا سکتے تو مورخ بنکر اوسکو بطور واقعہ فراموش کرنا نہ چاہئیے۔اور وہ صورتین مولانا روم۔دیوان حافظ۔دیوان صائب۔شاہنامہ۔کلیات خاقانی اور اردو کے معتبر سخن طرازون مین غالب مرحوم وغیرہ کے مرقع جات دیکھنے سے یاد رہ سکتی ہین۔اور عام دلچسپی کیلئے اس زمانہ کی اردو نظمون سے دل بہلانا اور کبھی موزون طبعی کے لئے کچھ لکھنے کی کوشش کرنا کافی ہوگا۔

میر انیس کا انداز سخن طبیعت کی روانی کو عجیب رہنمائی کرسکتا ہے۔اور نظم سے زمانہ کی عام ضرورتین پوری کی جاسکتی ہین +

بالخیر